مجموعۂ مضامین

حضرت نور کی نعت گوئی

اہل علم و ادب کی نظر میں

دبستان نوا بیہ عزیزیہ
پبلیکیشنز

مرتبہ
شمائلہ صدف عزیزی

مجموعۂ مضامین

حضرت نور کی نعت گوئی
اہل علم وادب کی نظر میں

مرتبہ
شمائلہ صدف عزیزی

جملہ حقوق بحق شاعر و ناشر محفوظ

نام کتاب	حضرت نور کی نعت گوئی اہل علم وادب کی نظر میں
مرتبہ	شمائلہ صدف عزیزی
حرف کار	وقار عزیزی نوابی
تزئین کار	آصف عزیزی نوابی 091 9662221959
ناشر	دبستان نوابیہ عزیزیہ پبلیکیشنز dabistanenawwabiya@gmail.com www.dabistanenawwabiya.com
صفحات	176
قیمت	250 روپیے
تعداد	500
سن اشاعت	جنوری، 2020 / بار دوم جنوری 2021

ملنے کا پتہ

آستانہ عالیہ نوابیہ

قاضی پور شریف، پوسٹ منڈوم ضلع فتحپور، ہسوم، یوپی (انڈیا) پن کوڈ : 212653

برائے رابطہ :- 9415494492 - 9726880001
9426268823 - 8866222412

فہرست

پیش لفظ	شمائلہ صدف عزیزی	4
شناس نامۂ حضرت نور	شمائلہ صدف عزیزی	7
قطعۂ تاریخِ اشاعت	علامہ عروس فاروقی	10

مضامین

۱	حضرت نور کی فکری جہتیں	یاور وارثی عزیزی نوابی	11
۲	جناب نورؔ فتح پوری اپنے نعتیہ فکر و فن کے آئینے میں	ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر	28
۳	آبشار نور	ڈاکٹر ریاض مجید	36
۴	تقریظ	ڈاکٹر عزیز احسن	48
۵	حضرت نور کی شاعری پر چند سطور	ڈاکٹر اسماعیل آزاد فتحپوری	50
۶	نورانی آبشار	سید شاکر القادری	64
۷	نوری نوری نعتیں	حنیف نازش قادری	75
۸	نورٌ علیٰ نور	ڈاکٹر معین نظامی	86
۹	نور الحسن نور کا آبشار نور	ڈاکٹر شہزاد احمد	87
۱۰	تجلیات نور	سید وحید القادری عارف	93
۱۱	نور الحسن نور بحیثیت نعت نگار	حسن عسکری کاظمی	100
۱۲	آسمان شعر و سخن کا ایک تابندہ ستارہ	پروفیسر بدر الدین شبنم	108
۱۳	گلاب اسم نبی کی خوشبو ایک اسم با مسمیٰ مجموعہ	سید ریاض حسین زیدی	111
۱۴	دریچۂ نور ایک تجزیاتی مطالعہ	پروفیسر عبد الحمید اکبر	115
۱۵	زمین غالب پر مکان نور	ڈاکٹر جاوید منظر	142
۱۶	نور کا نورانی مجموعۂ کلام	سید اولاد رسول قدسی	148
۱۷	نور الحسن نور کی پرنور شاعری	شاعر علی شاعر	151
۱۸	''گلابِ اسمِ نبی کی خوشبو'' سید محمد نور الحسن نور	ڈاکٹر احسان اللہ طاہرؔ	157
۱۹	ظلمت کدۂ ملال میں نعتوں کے دیے	شمائلہ صدف عزیزی	162

مرتبہ ایک نظر میں 176

پیش لفظ

سید الشعرا استاذ گرامی قدر سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی (مدظلہ العالی) ایک رجحان ساز اور جدت طراز ثنا کار ہیں آپ کا منفرد اور نفیس طرز نگارش ہی آپ کا تعارف اور پہچان ہے، آپ کے شعر عقیدت میں وفور ذوق بھی ہے اور جہان شوق بھی، جمالیاتی تب وتاب بھی ہے اور رنگ ورامش کا امتزاج بھی، روایت کا ہاتھ تھام کر جہان نو دریافت کرنا آپ کا انفراد ہے، زیبائیِ فن کے ساتھ ساتھ رعنائی فکر وخیال کا لحاظ آپ کے اختصاصات میں شامل ہے۔

شہرت طلبی کی طمع سے بے نیاز، انبوہ سے کٹ کر اپنا رستہ آپ متعین کرنے والے حضرت نور (دام مجدہ) کی نعتیہ خدمات کی فہرست کافی طویل ہے جس کا ذکر ''شناس نامۂ حضرت نور'' کی صورت میں اسی کتاب میں موجود ہے اجمالاً چند کارہائے نو کا ذکر ضروری سمجھتی ہوں۔

تاحال حضرت نور کے حمد ونعت اور مناقب وسلام کے تیرہ مجموعے بام ادب پر رونما ہو چکے ہیں، جو آپ کے تخلیقی میدان کی وسعت کا ثبوت ہیں میر وغالب کی زمینوں میں آپ کے نعتیہ مجموعے "ثنا کی نکہتیں" اور" نعتوں کے دیپے" آپ کی محنت پسندی اور نعت کے باب میں نئے تجربات کی لگن کی طرف اشارہ کرتے ہیں ہائیکو کا تازہ مجموعہ" سورج نکلا ہے" آپ کے تخلیقی وہیئتی تجربات میں نیا اضافہ ہے، حمد ومناجات کا مجموعہ" ایّاک نعبد وایّاک نستعین"

حمد یہ سرمائے میں تازہ کاری اور نادرہ زائی کی عمدہ مثال ہے سید الشہدا سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شان میں مناقب کا مجموعہ "سبیلِ مودت" آپ کے عشق رسول وآل رسول علیہم السلام کے ساتھ ساتھ منقبت کے باب میں نئی جہات متعارف کروانے کا بہترین نمونہ بھی ہے آپ حرف ونوا کی بوئے نایافتہ کو اپنی گرفت میں لاکر اسے نئے معنیاتی سانچوں میں ڈھالنے کے ہنر سے بخوبی آگاہ ہیں، دل پذیر اسلوب وآہنگ، توانا رنگِ سخن، مہارتِ فن اور خوش سلیقگی وخوش عقیدگی کی نکہتِ لیے روح کے تار چھیڑتی آپ کی تقدیسی شاعری مقام اعتبار و اعتنا حاصل کر چکی ہے جس کی دلیل ہندو پاک کے مستند ومعتمد ناقدین فن اور عارفین سخن کے مضامین وآراء ہیں ان سخنوروں نے نہ صرف آپ کی شاعری کو اپنے اپنے انداز میں سراہا ہے بلکہ آپ کی شاعری کے ان پہلوؤں کی طرف بھی اشارے کیے ہیں جو عام قاری کی نگاہ سے اوجھل رہتے ہیں لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان اہل علم وادب کی آراء کی روشنی میں اہل تحقیق نور شناسی کی راہ پر نکل سکتے ہیں۔ لہٰذا میں نے اہل دانش وبینش کی ان آرا کو یکجا کر کے شائع کرنے کا عزم مصمم کیا، جب احباب کے سامنے اس ارادے کا اظہار کیا تو ''دبستان نوابیہ عزیزیہ'' کی پوری ٹیم اور بالخصوص سید محمد مجیب الحسن نوابی عزیزی (دام عزہ) کی رہنمائی و حوصلہ افزائی نے اس ارادے کو مزید تقویت بخشی اور آج اس مجموعے کا پورا مسودہ میرے سامنے ہے اور میری فرحت وانبساط بیان سے باہر ہے، بلاشبہ اس کتاب کی ترتیب مجھ ناچیز کے لیے ایک ایسا شرف واعزاز ہے جس کی مثال میری کتابِ حیات کے گزشتہ اوراق میں کہیں نہیں ملتی، اس پر خدا کا جس قدر بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

میں خود کو علما میں شامل سمجھتی ہوں نہ ادبا میں اور نہ ہی خامۂ بے نوا کی یہ بساط ہے کہ وہ حضرت نور کی شاعری کے شایان شان کچھ رقم کر سکے، کتاب ہٰذا میں شامل میرا ایک مضمون محض اس لیے شامل اشاعت کیا گیا ہے تاکہ نعت کا رطبقہ کا "نعتوں کے دیپے" (مجموعۂ نعوت برزمین میر) سے تعارف ہو جائے، بہر حال میں اپنے محسن واستاد گرامی کی شاعری کے متعلق کچھ بھی لکھوں اس کے بارے میں وہی کہا جائے گا جیسا ایک عرب شاعر نے کہا تھا۔

و عین الرضیٰ عن کل عیب کلیلۃ
ولکنّ عین السخط تبدی المسایا

(پسندیدگی کی آنکھ ہر عیب کی طرف سے بند ہوتی ہے جبکہ ناراضگی کی آنکھ برائیاں ہی ظاہر کرتی ہے۔)

لہٰذا علما و ادبا کی گراں بہا آرا و تبصرہ جات پیش خدمت ہیں جن کی ترتیب و تہذیب کا نام" حضرت نور کی نعت گوئی اہل علم و ادب کی نظر میں" رکھا گیا ہے۔

مجھے یقین کامل ہے کہ میری یہ کاوش دنیائے نعت میں نور فہمی کے حوالے سے تازہ امکانات اور نئے افق روشن کرے گی۔

بارگاہ نوابی

شمائلہ صدف عزیزی

فیصل آباد (پاکستان)

شناس نامۂ حضرتِ نور

از: شمائلہ صدف عزیزی

نام: سید محمد نور الحسن المتخلص بہٖ نورؔ

تاریخ پیدائش:

یکم رمضان المبارک بروز جمعرات سنہ 1403ھ بمطابق 24 جون سنہ 1982 قاضی پور شریف ضلع فتحپور ہسوہ یوپی (انڈیا)

خاندانی پس منظر:

سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی ایک علمی، مذہبی اور روحانی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں، آپکے جدّ اعلیٰ حضرت سید برہان الدین شہید چشتی ہتھگانوی رحمۃ اللہ علیہ (جو سادات جعفریہ سے تھے اور سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے سگے خالہ زاد بھائی تھے) تبلیغ و جہاد کی غرض سے ہندوستان آئے اور شہاب الدین غوری کے لشکر میں ایک اہم لشکری کی حیثیت سے جلوہ گر ہوئے اور اسلامی لشکر کامران ہوا۔

اس کے بعد راجہ جے چندر کی سرکوبی کے لیے نکلے اور اس کا تعاقب کرتے ہوئے ہتھگاؤں (ضلع فتحپور) کے اس مندر کے قریب پہنچے جہاں راجہ جے چندر چھپا ہوا تھا، نماز عصر کا وقت تھا، آپ نے اذان کہنی شروع کی اور جے چندر نے موقع پا کر آپ کو شہید کر دیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) تھوڑی ہی دیر میں اسلامی لشکر کی آمد ہوئی اور راجہ جے چندر گرفتار کر لیا گیا، حضرت سید برہان الدین شہید رضی اللہ عنہ کی اولاد ہندوستان میں خوب پھلی پھولی اور تبلیغ اسلام کا مقدس فریضہ سرانجام دیتی رہی۔

اسی مقدس نسل سے **حضرت الحاج صوفی سید نوّاب علی شاہ** رحمتہ اللہ علیہ جیسے ولی کامل اور مرد حق آگاہ تھے جو سید محمد نور الحسن نور کے والد گرامی ہیں جن سے سلسلۂ عالیہ نوّابیہ ابوالعلائیہ چلا۔ آپکے ہاتھ پہ بیسیوں ہندو اور سکھ مسلمان ہوئے۔ اور ہزاروں مسلمان آپکے دامنِ کرم و کرامت سے وابستہ ہوئے۔

تعلیم:

ابتدائی دینی اور فارسی کی تعلیم گھر کے مقدس اور روحانی ماحول میں حاصل کی جہاں ذکر الہی ،نعت رسول ،مناقب اہلبیت واصحاب واسلاف جیسے مبارک معمولات کا دور دورہ رہتا تھا عصری تعلیم کے لیے آبائی وطن قاضی پور شریف سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر قصبہ پریم نگر کے ہائی سکول سے میٹرک کیا، بعد ازاں اتر پردیش عربی فارسی بورڈ کے تمام امتحانات امتیازی نمبروں سے پاس کیے۔

شاعری:

حضرت نور کو علم وحکمت اور شاعری کا فن وراثت میں ملا ہے اسکے علاوہ والد گرامی کی تربیت، گھر اور خانقاہ کا روحانی ماحول نعت گوئی کے فن کو مزید نکھارنے کا باعث بنا آپ کی شاعری کی ابتدا1999 میں نعت گوئی سے ہوئی۔

غزل بھی کہی اور خوب کہی، اور صنف رباعی میں بھی خوب خوب نعت ومناقب کہتے ہیں یعنی نعت ومناقب ان کا اولین عشق ہے اور انکی شاعری نعت ومناقب ہی کے کعبے کا طواف کرتی نظر آتی ہے۔انکی شاعری میں خانقاہی ماحول، کثرت مطالعہ اور ریاضت شعری کی بدولت ایسی جدت وندرت دکھائی دیتی ہے جو دیگر نعت گویان کی شاعری میں کم کم ہی نظر آتی ہے۔

اساتذہ:

الحمد للہ حضرت سید محمد نور الحسن نور کا خاندان شعری لحاظ سے خود کفیل ہے آپ نے عشق رسول اور عشق نعت ومناقب اپنے والد گرامی سے ورثے میں پایا، شعری اسرار ورموز اور نعت کہنے کا سلیقہ اپنے برادر اکبر صوفی سید محمد عزیز الحسن شاہ (صاحب سجادہ آستانۂ عالیہ نوابیہ قاضی پور شریف) سے حاصل کیا اور انہیں سے اصلاح سخن لیتے رہے۔

تلامذہ:

یوں تو سید محمد نور الحسن نور صاحب سے کئی شعرا مشورۂ سخن کرتے رہتے ہیں لیکن با قاعدہ شاگردی اختیار کرنے والوں میں چند اہم نام یہ ہیں۔

سید محمد مجیب الحسن نوابی عزیزی

قاری اخلاق فتحپوری

شمائلہ صدف عزیزی

عہدہ :بانی و صدر دبستان نوّابیہ عزیزیہ قاضی پور شریف

مشاغل:

نعت گوئی، مناقب گوئی، غزل ورباعی، مطالعہ، ذاتی کاروبار

مجموعہ ہائے کلامِ نور:		**مرتبین**
وسلموا تسلیما	(مجموعۂ سلام)	یاور وارثی عزیزی نوابی
قلزم نور	(مجموعۂ نعت ومناقب)	یاور وارثی عزیزی نوابی
مطلع نور	(مجموعۂ نعت ومناقب)	شاعر محترم
ثنا کی نکہتیں	(مجموعۂ نعت برزمین غالب)	شاعر محترم
جوئے ثنا	(مجموعۂ نعت ومناقب)	عطاء الدین عزیزی
مرکز نور	(مجموعۂ نعت)	شاعر محترم
نعتوں کے دیے	(نعوت برزمین میر تقی میر)	شاعر محترم
دریچۂ نور	(مجموعۂ نعت)	شاعر محترم
سورج نکلا ہے	(ہائیکو کا مجموعہ)	شاعر محترم
ایّاک نعبد و ایّاک نستعین	(مجموعۂ حمد ومناجات)،	شمائلہ صدف عزیزی
سبیل مودت	(مجموعۂ مناقب)	سید محمد مجیب الحسن نوابی

پاکستان میں شائع ہونے والی کتب:

آبشار نور (نعتیہ مجموعہ)، ثنا کی نکہتیں (مجموعۂ نعت برزمین غالب) ایڈیشن دوم

گلاب اسم نبی کی خوشبو (مجموعۂ نعت)، سورج نکلا ہے (ہائیکو کا مجموعہ) ایڈیشن دوم

ایّاک نعبد و ایّاک نستعین (مجموعۂ حمد ومناجات) ایڈیشن دوم

زیر طبع مجموعے:

شجر نور، رباعیات نور، شاخ نوا (مجموعۂ غزلیات)

قطعہ تاریخ اشاعت

حضرت نور کی نعت گوئی

کیوں نہ ہو یہ کتاب گوہر بار — کہ ہے ذہنِ صدف کی پیداوار
تجزیہ اس میں نعتِ نور کا ہے — سو کہو اس کو روشنی کا منار

اہلِ آرا کی ہے یہی رائے — حضرتِ نور ہیں بلند افکار
کہتے ہیں صاحبانِ نقد و نظر — کوئی ان سا کہاں ہے نعت نگار

حضرتِ نور نے کہا کہ لکھو — اس کی تاریخ عمدہ و پرکار
حکم پاتے ہی میں نے حامی بھری — کہ نہیں مجھ میں جراتِ انکار

ہاتھ میں خامہ، سامنے کاغذ — لے کے سامان میں ہوا تیار
آئی آواز بہرِ سالِ عروسؔ — لکھ "خیالاتِ عالمِ انوار"

۱۴۴۱ھ

از قلم
صاحبزادہ محمد نجم الامین عروسؔ فاروقی
مونیاں شریف، گجرات، پاکستان

حضرت نور کی فکری جہتیں

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

ترجمہ: ''اوراگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔''

آیت مبارکہ میں رب کریم کا فرمان ذیشان ہے کہ جب تم اپنی جانوں پر ظلم کرو، تم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے ،تمہارے قدوم ثبات لڑکھڑا جائیں اور تم منہ کے بل گر پڑو یعنی تم کسی بھی قسم کے گناہ میں ملوث ہو جاؤ تو میرے محبوب کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ اور اس کے قدموں کے سائے میں اس کے وسیلے سے مجھ سے اپنے گناہوں خطاؤں اور لغزشوں کی معافی کے طلبگار ہو پھر اگر میرا محبوب تمہیں معاف کردے تو میں بھی تمہاری جملہ کوتاہیوں کو نظر انداز کردوں گا اور تمہاری توبہ قبول کرلوں گا۔

اس آیت میں جہاں بارگاہ نجات دہندہ کی طرف بندوں کی رہبری کی گئی ہے وہیں نجات دہندہ یعنی ہم سب کے رسول اعظم واکرم کی عظمت ورفعت شان کا مظاہرہ بھی ہے۔ توبہ قبول کرنے والا اللہ رب العزت ہے لیکن توبہ کی قبولیت مشروط ہے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور ان کی شفاعت سے۔ یہ کیوں، یہ اس لئے کہ وہی روح کائنات ہیں، وہی حاصل تخلیق کل ہیں۔ انہیں کے صدقے میں ہم کو جانوں کا تحفہ عطا کیا گیا ہے، انہیں کے لئے دنیائے آب وگل کو حسن اور بلبل کے نغموں سے زینت بخشی گئی ہے۔ وہ اگر راضی ہیں تو یہ کائنات ارضی وسماوی ہماری ہے وہ اگر ناراض ہیں تو پھر ہم ہر در سے ٹھکرائے جائیں گے، رسوائی ہمارا مقدر ہوگی اور اللہ بھی ہم سے راضی نہ ہوگا، ہم کسی حال میں اور کسی کارزار میں سرخرو نہیں ہو سکتے۔ کوئی ہمارا ناصر وحامی نہیں ہوگا۔ کوئی بھی نہیں۔۔ کوئی بھی نہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بہت محبت فرماتا ہے۔اسی محبت کا تقاضا ہے کہ وہ قدم قدم پر ان کی رہبری فرماتا ہےاور اپنے کلام بلاغت نظام میں جابجا درنجات دہندہ کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔وہی رحمۃ للعالمین ہیں،وہی نور ہیں،وہی طٰہٰ ہیں،وہی یٰسٓ ہیں،وہی مدثر ہیں،وہی مزمل ہیں۔ باعث کن وہی ہیں ۔ان کی طرف رخ کرلیا جائے تو کامیابیوں اورکامرانیوں کے عرش ہمارے قدموں میں ہوں گےاورسب سے بڑی بات یہ کہ اللہ کی رضا ہمیں اپنے حصار میں لے لے گی۔

میں گناہگار ہوں،خطا ونسیان کا پتلا ہوں۔لغزشیں ہرنفس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ دنیا کی رنگینیوں نے مجھے اپنے دام فریب میں لے کرکہیں سے کہیں پہنچادیا۔مندرجہ بالا آیت مبارکہ نے مجھے روشنی عطا کی اور میں اپنے آقا کی بارگاہ میں حاضر ہونے کو بیتاب ہوگیا۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم خاص نے مدینہ تک پہنچایا۔وہاں توبہ واستغفار کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

میری گندی زبان اس لائق کہاں تھی کہ اس دربار گہر بار میں کچھ استغاثہ پیش کرسکوں۔یہ سب تو ان کا کرم تھا کہ زبان کھل گئی۔اب ایک موقع اور عطا کیا گیا کہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے نواسوں کے ایک بیٹے کی نعت گوئی پر کچھ اظہار خیال کروں تو دل میں خیال آیا کہ اسی حوالے سے اور حسنین کریمین کے پیارے بیٹے کے توسط سے ایک بار آقائے نعمت سید دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالی وقار میں پھر حاضر ہوا جائے اور اپنی جان پر کئے ہوئے ظلم کے عذاب سے رہائی کی سبیل کی جائے چنانچہ اسی خیال سے قلم لے کر حاضر ہوں۔

میرے آقا ومولیٰ مدنی تاجدار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی نعت سننا بہت پسند تھی۔آپ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اپنی چادر بچھا کرفرماتے تھے کہ ’’اے حسان!اس پر بیٹھ کرہمیں ہماری نعت سناؤ۔‘‘اس سے نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے نیز نعت گواور نعت خواں کے مناصب عظیمہ نظرنواز ہوتے ہیں۔ہم سب کے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل مداحان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبۂ شعروسخن کو برانگیختہ کرتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ہر دور میں، ہر خطے میں اور ہر زبان میں نعت کہی گئی ہے۔ ہر نبی، ہر رسول، ہر صحابی، ہر صحابیہ نے نظم یا نثر میں نعت ضرور کہی ہے۔ شجر وحجر، بحر و بر سب مدح محبوب خدا میں ہمہ دم مصروف ہیں۔ اسی میں رضائے خدا ہے اور اسی میں رضائے مصطفیٰ۔ پھر ہم کیوں اِدھر اُدھر کی باتیں کریں، کیوں نہ اپنی زندگیوں کو اسی کے نام وقف کر کے سرور اُخروی حاصل کریں۔

انسان خطا ونسیان کا پتلا قدم قدم پر غلطیاں کرتا ہے، قدم قدم پر لغزشیں سرزد ہوتی ہیں تو لازم ہوا کہ نفس نفس کو نعت رسول کے لئے وقف کر کے غلطیوں اور لغزشوں سے اپنی ذات کو محفوظ کر لیں۔

اس تمہید کے بعد وجہ تمہید کی طرف آتا ہوں یعنی حضرت سید نور الحسن میاں نوابی عزیزی المتخلص بہ نورؔ کی نعتیہ شاعری کی طرف روئے سخن اور نگاہ قلم کو موڑتا ہوں۔ یہ کوئی عام شاعر نہیں بلکہ یہ وہ ہیں جن کو نورِ نگاہ آلِ رسول کہئے۔ جگر گوشۂ بتول کہئے۔ علی کا لعل کہئے۔ حسنین کا پیارا کہئے۔ سلسلۂ ابوالعلائیہ کی اہم ترین بزرگ شخصیت سید الاصفیاء سیدی ومولائی حضور سید نواب علی میاں ابوالعلائی کا راج دلارا کہئے۔ خواجہ عزیز الحسن میاں کی آنکھوں کا تارا کہئے۔ خواجہ مجیب الحسن میاں کے برادر بزرگ ہیں۔ خود سراپا نور ہیں۔ دیار قاضی پور شریف ضلع فتح پور اتر پردیش آپ کا مسکن ہے، سلسلۂ نوابیہ ابوالعلائیہ کا مخزن ہے۔

آپ کا اسلوب بیان جدید، فکر عشق رسول کی مظہر، زبان عشق رسول کا پیکر، نگاہ عظمتوں کی امین، خیال رفعتوں کا معین۔ میری کیا بساط کہ میں ان کا تعارف کرواؤں۔ تعارف کے لئے فی الحال میرے پاس نہ لفظوں کا اثاثہ ہے نہ موقع کیونکہ اس وقت تو ان کی نعتیہ شاعری میری گفتگو کا مقصود ہے۔

نعتیہ ادب کے اہم ترین ناقد عزیز احسن صاحب، پاکستان کے عہد ساز شاعر جاذب قریشی کی نعتیہ شاعری پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”فکری شاعری میں زبان و بیان کے مروجہ ڈھانچوں سے انحراف کرنا، شاعری کی ضرورت اور شاعر کی مجبوری ہوتی ہے۔ شاعر جب کم لفظوں میں بہت کچھ کہنا چاہتا ہے تو لفظوں

کو لغت کے معانی کی محدود دنیا سے نکال کر کائنات گیر وسعتیں دے دیتا ہے۔توسیع معانی کی یہ کاوش فکری تخلیقات میں جا بجا نظر آتی ہے۔جن شعراء کے یہاں قوت تخلیق ان کی فکری رو کے ہمرکاب چلتی ہے صرف وہی شعراء کامیاب قرار دیئے جاتے ہیں ورنہ محض فکر ایک طرف تو شعریت کے فقدان کا سبب بنتی ہے اور دوسری طرف اس کا ابلاغ محدود ہو جاتا ہے۔‘‘
(نعت رنگ ۳۔صفحہ نمبر ۲۲۹)

باقاعدہ فکری شاعری کے نشانات سب سے پہلے غالب کے یہاں ملتے ہیں اور پھر یہ سلسلہ اقبال سے ہوتا ہوا آج کے جدید شعرا تک پہونچتا ہے۔جدید شعرا نے فکری شاعری کو جو وسعتیں بخشی ہیں ان کی مثال ڈھونڈنے سے بھی کم کم ہی ملے گی۔نعت میں فکر نے عشق رسول کے پر لگا کر پرواز کے وہ جوہر دکھائے ہیں کہ آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں۔

فکر کو لفظوں کی ضرورت ہوتی ہے اور لفظوں کے معنی محدود ہوتے ہیں۔ان کی محدود معنویت کو عشق رسول کا جذبہ ہی وسعت بخشتا ہے۔عشق رسول کی شراب پی کر ہر لفظ معنویت کا بحر بے کنار نظر آتا ہے۔ذرا یہ شعر دیکھئے:

دیکھنے کو جو ملے آئینۂ نعل رسول
گم شدہ موسم عظمت کی خبر مل جائے

یہاں نعل رسول اور موسم عظمت کی معنوی وسعتوں پر غور کیجئے۔کیا مسلمانوں کی تاریخ عظمت نعلین رسول کا صدقہ نہیں ہے اور کیا نعل رسول سے ابھرنے والے نقوش زندگی کے ہر شعبے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے نقوش نہیں ہیں جن پر عمل کر کے مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ کو اپنے قدموں میں جھکا لیا۔یہود و نصاریٰ کی عظیم عسکری قوتوں نے انہیں نقوش کو سجدہ کیا جو نعل رسول مقبول نے زندگی کے ہر شعبے میں ثبت کئے تھے۔یہاں یہ نعل وہ نعل نہیں جو پیروں میں پہنی جاتی ہے نہ یہ موسم وہ موسم ہے جسے ہم اور آپ موسم کہتے ہیں۔اس طرح یہ شعر معنوی بلندیوں پر رقص کر رہا ہے اور پوری اسلامی تاریخ کا احاطہ کر رہا ہے۔وہ اسلامی تاریخ جو آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کے صدقے میں طلوع ہوئی تھی۔جس کی

شعاعوں نے کائنات عالم کے گوشے گوشے کو روشن کر دیا۔ یہ شعر ہماری آج کی گمنام حیثیت کا بھی استعارہ ہے۔ یہ شعر ہماری آج کی بے قدر و قیمت زندگی کا آئینہ بھی ہے۔ یہ شعر نشان راہ بھی ہے کہ اگر ہم راہ نجات چاہتے ہیں اگر پھر سے کامیابیوں اور کامرانیوں کی منزلوں کو سر کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ ہم نعل رسول کی جستجو میں عشق رسول کی شمع لے کر نکل پڑیں اور جب نعل رسول تک مقدر کی رسائی ہو جائے تو اسے اپنے سر کا تاج بنا کر عرش حیات کو چھولیں۔

اسی نعت پاک کا مطلع دیکھئے جو جذبۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لبریز ہے اور ہمیں نعت کہنے کا سلیقہ بھی عطا کر رہا ہے:

سائل شہر مدینہ سے نظر مل جائے
تو بھری رات کو عنوانِ سحر مل جائے

حضرت نور کے یہ اشعار پڑھ کر دور حاضر کے جدید ترین شاعر نعت اور بلا مبالغہ صف اول کے نعت گو شاعر جناب مظفر وارثی کی نعت پاک کا یہ شعر یاد آ گیا، پڑھئے اور سر دُھنئے:

ایک بے نام کو اعزاز نسب مل جائے
کاش مداح پیمبر کا لقب مل جائے

ایک شعر یہ بھی دیکھئے:

میری پہچان کسی اور حوالے سے نہ ہو
اقتدار درِ سلطان عرب مل جائے

شروع سے آخر تک پڑھ جائیے۔ بلا شبہ بہت اچھی نعت پاک ہے۔ ایک ایک شعر جذبہ کی آنچ میں پگھل کر کندن بن گیا ہے۔ شاید اسی نعت کو پڑھ کر حضرت نور نے قافیے بدل کر نعت کہی اور بیشک حتی الوسع نعت کہنے کا حق ادا کر دیا۔ مجھے یہ کہنے میں قطعی باک نہیں کہ حضرت نور کی یہ نعت پاک اپنے دروبست اور فکری التزام میں مظفر وارثی کی نعت سے ایک قدم آگے ہے۔

میر و غالب کی غزل کی زمینوں میں نعت کہنے کا خیال بھی ہرا یرا غیرا نہیں لاسکتا۔

حضرت نور چاہتے تو انہیں قافیوں میں نعت کہہ سکتے تھے لیکن انہوں نے احتراماً قافیے بدل دیئے ہیں۔ پہلے غالب کی غزل کا مطلع دیکھئے، حضرت نور نے اسی زمین میں طبع آزمائی کی ہے

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

یہ غزل تو آپ سب کی نظروں میں ہوگی۔ اسے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب ذرا حضرت نور کی پروازِ فکر دیکھنے کے لئے ان کی نعت پاک کے چند اشعار دیکھئے:

ہے بارگہِ شاہ رسولاں مرے آگے
کیا چیز ہے پھر جنت رضواں مرے آگے

انوار مدینہ سے مرا ذہن ہے روشن
مہتاب ہے انگشت بدنداں مرے آگے

ہے خاکِ درِ سید کونین مرے پاس
رکھے نہ کوئی لعل بدخشاں مرے آگے

آقائے دوعالم کے گداؤں کا گدا ہوں
ہیں کاسہ بکف دہر کے سلطاں مرے آگے

اب ہے رخِ پرواز مرا سوئے مدینہ
اب رکھے قدم ابر بہاراں مرے آگے

حاصل ہیں مجھے بال و پر عشق پیمبر
ہے ایک قدم عالم امکاں مرے آگے

میں مست مئے حب شہنشاہِ زمن ہوں
ہیں اہل خرد سر بہ گریباں مرے آگے

اے وادئ ذکر شہہ بطحا ترے صدقے
ہے رقص کناں رحمت یزداں مرے آگے

جن پر نہ ہوا نعت کا احسان ابھی تک
بھرتے رہیں پانی وہ سخنداں مرے آگے

ہاتھوں میں مرے نسبت آقا کا علم ہے
جرأت ہو تو آئے غم دوراں مرے آگے

اے نوریؔ ہے چہرے پہ غبارِ رہِ طیبہ
ہیں خاک بسر سب مہ تاباں مرے آگے

چند اشعار اور دیکھئے جن کی ردیف ذرا سی تبدیل کر دی گئی ہے اور حضرت نوری کی قدرت بیان کی داد دیجئے:

ہر اوج کا سر جھکتا ہے شاہا ترے آگے
کوئی بھی تو لگتا نہیں اونچا ترے آگے

ہے آئینۂ حسن ازل تیرا سراپا
پھر کون کرے حسن کا دعوا ترے آگے

اللہ رے اے پائے نبی تیرا تقدس
رگڑے ہے جبیں بلبل سدرہٰ ترے آگے

مانا کہ فلک بوس عمارات بہت ہیں
کچھ بھی نہیں وہ، گنبد خضریٰ ترے آگے

کیا منصب عالی ہے ترا کس کو پتہ ہے
گردوں کو بھی آتا ہے پسینہ ترے آگے

معراج تری ہے مرے ادراک سے باہر
معراج مری، خاک میں ملنا ترے آگے

متعدد نعتیں ہیں جو اساتذہ کی زمینوں میں کہی گئی ہیں۔کہیں کہیں انہیں قافیوں میں طبع آزمائی ہوئی ہے کہیں کہیں ردیف یا قافیے میں معمولی سی تبدیلی کرلی گئی ہے۔غالب کی ایک غزل کا یہ مطلع زباں زد خاص وعام ہے:

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

اس زمین میں حضرت نوری کی نعتیہ گل افشانی ملاحظہ فرمائیں:

جب نبی کے عشق کی شمعیں فروزاں ہوگئیں
آندھیاں فانوس بن کر خود نگہباں ہوگئیں

ساعتیں جتنی کٹیں ذکر شہ کونین میں
شہر تنہائی میں وہ جینے کا ساماں ہوگئیں

وہ گدا دینے لگا ہے تاجداروں کو زکوٰۃ
مہرباں جس پر مرے آقا کی گلیاں ہوگئیں

میری مٹھی میں درِ سرکار کے ماہ و نجوم
دیکھ کر خورشید کی آنکھیں بھی حیراں ہوگئیں

میرے لب پر آگیا تھا مصطفٰے کا نام بس
خود بہ خود ہی بدلیاں غم کی گریزاں ہوگئیں

دل ہمارا ہو گیا دنیا کی رونق سے اچاٹ
حسرتیں دیدارِ طیبہ کی جو مہماں ہوگئیں

شہر طیبہ کی ہوا نے جانے کیا آکر کہا
دل کی کلیاں یوں کھلیں صحن گلستاں ہوگئیں

اے بہارِ طیبہ ! کیا اس کے مقدر کا جواب
جس کے شانوں پر تری زلفیں پریشاں ہوگئیں

گنگناتی ہیں مرے آقا تری مدحت کے گیت
تیرے صدقے میں ہوائیں بھی سخنداں ہوگئیں

جتنی باتیں بھی نکلی تھیں لب سرکار سے
سب ہوئیں وحی الٰہی جزو ایماں ہوگئیں

اللہ اللہ گنبد خضریٰ کا وہ منظر کہ بس
دیکھ کر نظریں مری جنت بداماں ہوگئیں

بے طلب ہی نورؔ ہم نے اُن کے دست فیض سے
اتنا پایا، آرزوئیں بھی پشیماں ہوگئیں

میرا مقصد موازنہ نہیں بلکہ حضرت نوری قدرت بیان کا اظہار ہے۔ اس سلسلے کی آخری کڑی کے طور پر میر کی ایک غزل کا ایک شعر دیکھیں:

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہہ شیشہ گری کا

اب حضرت نوری کی نعت پاک کے کچھ اشعار دیکھیں جو اسی زمین میں کہے گئے ہیں:

اک طفلک ناداں در خیر البشری کا
دنیا کو سکھا سکتا ہے فن شیشہ گری کا

سرکار کے آنے سے ہوا کام مکمل
”آفاق کی اس کارگہہ شیشہ گری کا“

حجرے سے درودوں کے جو نکلے گا نہ باہر
ہوگا نہ اثر اس پہ کبھی جن و پری کا

سرکار کے نعلین نے بدلا ہے ارادہ
ورنہ ہے کسے شوق یہاں تاجوری کا

دن نام نبی سن کے سفر کا کرے آغاز
شاید یہی مقصد ہے اذانِ سحری کا

یارب ! مری آنکھوں کو بہت پیاس لگی ہے
نظارہ کرا دے انہیں طیبہ نگری کا

رکھا جو مدینے میں قدم سرور دیں نے
عنوان ہر اک ذرہ ہوا دیدہ وری کا

ممکن ہی نہیں ہے درِ سرکار کے ہوتے
احسان مرے سر پہ رہے دربدری کا

اساتذہ کی یہ زمینیں دیکھئے اور حضرت نور کی پروازِ فکر کے ساتھ ساتھ جدت اور ندرتِ خیال بھی ملاحظہ فرمایئے۔ کس خوبی سے اپنے دور کی نمائندگی کی ہے اور وہ بھی اتنی قدیم زمینوں میں جن کو چھونے سے ہی کتنوں کا پِتّہ پانی ہوجائے گا۔ آنکھوں کو پیاس لگنا اور ذروں کی دیدہ وری یہ آپ ہی کا حق ہے اور کیوں نہ ہو کہ جس کی شان میں قصیدہ کہا جارہا ہے، کہنے والا اسی کا چشم و چراغ ہے، اسی کی آلِ پاک ہے۔ ہماری آپ کی کیا بساط کہ ہم ان بلندیوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھ سکیں۔

ایسا نہیں کہ حضرت نور نے صرف اساتذہ کی زمینوں میں شعر کہے ہیں، طبع زاد زمینوں میں بھی خوب طبع آزمائی کی ہے۔ ایک نعت کے کچھ اشعار دیکھئے۔ عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ پوری نعت پاک میں کوئی ایک دو شعر اچھے ہوجاتے ہیں جنہیں پیش کر دیا جاتا ہے لیکن یہاں تو یہ عالم ہے کہ جب کوئی نعت دیکھتا ہوں تو ذہن الجھ جاتا ہے کہ کون سا شعر لیا جائے کون سا چھوڑا جائے اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ زیادہ سے زیادہ اشعار پیش کر دئے جائیں تاکہ آپ بھی بخوبی لطف اندوز ہوسکیں اور حضرت نور کی فکری بلندیوں اور اچھوتے انداز کی داد دے سکیں:

بکھرے ہیں میرے گرد ہزاروں مہ و نجوم
بیٹھا ہوا ہوں گنبد خضرا کی چھاؤں میں

ٹوٹی چٹائی مسند سرکار ہے مگر
لپٹی ہوئی ہے رفعت افلاک پاؤں میں

یہ چاند تارے دیکھ کے ہوتا ہے یہ گماں
سرکار کے نقوشِ قدم ہیں خلاؤں میں

جب ماہتاب اسمِ نبی لب پہ آئے گا
دل جگنوؤں کی طرح اڑیں گے ہواؤں میں

شدت کی آندھیاں ہیں ، کرم کیجئے حضور
مصروف ہے چراغ کی لَو التجاؤں میں

اٹھتے ہیں واپسی کے لئے نور کے قدم
شہرِ رسول ! ڈال دے زنجیر پاؤں میں

کچھ متفرق شعر پیش کرتا ہوں:

کیا تبسم ، کیا تکلم ، کیا خموشی ، کیا خطاب
سر بسر ہیں معجزہ میرے پیمبر دیکھئے

میں جب خیالِ شہ دیں میں ڈوب جاتا ہوں
تو ذرہ ذرہ مرے گھر کا مجھ سے بات کرے

ہمارا کام درِ مصطفٰے سے چلتا ہے
جسے ہو کرنی جہاں سے توقعات کرے

چھوٹا جو مجھ سے طیبہ تو محسوس یہ ہوا
جیسے بچھڑ گیا ہو کوئی خاندان سے

نثار ہم نوازشِ درود اور سلام پر
بچھا دیئے ہیں راحتوں کے پھول گام گام پر

چراغ عشق مصطفےٰ جلا دیا ہے بام پر
مہ و نجوم حیرتی ہیں میرے انتظام پر

دیکھو جدھر بھی شہر رسالت پناہ میں
ہر خطہ باغ خلد کا آئینہ دار ہے

مصطفےٰ رب کی اولیں تخلیق
نقطۂ ابتدا ہے نعت شریف

ایسے سیکڑوں اشعار حضرت نور کی بیاض میں اور اہل شوق کی زبانوں پر رقصاں ہیں۔نعت میں یہ والہانہ پن یونہی نہیں آتا۔نعت کو جب روح وجان حیات بنالیا جاتا ہے تب ہی فکر اور اسلوب کو یہ بلندی اور تازگی حاصل ہوتی ہے۔حضرت نور کے مندرجہ بالا متفرق اشعار میں آخری شعر خود ان کے اس جذبے کی طرف ہماری رہنمائی کررہاہے۔حقیقت ہے کہ کائنات کی ابتدا نعت شریف ہے۔سب سے پہلے رب کونین نے میرے آقا کے نور کی تخلیق کی اور سب سے پہلے رب کائنات نے آپ ﷺ کی نعت پڑھی۔آپ کے صدقے میں کائنات کی تخلیق ہوئی۔آپ کی نعت کے صدقے میں ہم کو حرف ولفظ کا اثاثہ تفویض کیا گیا۔ پھر کیوں نہ ہم اپنے سرمایۂ عظمت کو نعت پاک کہہ کر بڑھالیں۔حضرت نور کی نعتیں جہاں ہمیں یہ پیغام دیتی ہیں وہیں ہمیں نعت گوئی کا سلیقہ بھی عطا کرتی ہیں۔عشق صاحب کوثر وسلسبیل کلید خلد رضواں ہے۔عشق رسول عرش عظمت تک پہونچنے کا زینہ ہے۔دیکھئے حضرت نور عشق رسول کے دریاؤں کے کیسے غواص ہیں اور انہیں یہ اثاثہ کتنا اور کیسا عطا ہوا ہے۔اس کے لئے میں حضرت نور کی صرف ایک نعت پاک پیش کرتا ہوں:

اپنا مختار جو اے خیر بشر ہوجاؤں
میں تری راہ بنوں ، میں ترا در ہوجاؤں

تو جو آئے تری راہوں میں بچھادوں پلکیں
تیری مسند بنوں آقا ترا گھر ہوجاؤں

تیرے دیدار کا اعزاز اگر مجھ کو ملے
سر سے پا تک میں محبت کی نظر ہوجاؤں

تیرے راہی کو اگر دھوپ پریشان کرے
سائبانی جو کرے میں وہ شجر ہوجاؤں

تیری فرقت میں تو ویران ہی رہنا اچھا
تو اگر چھوڑ کے جائے تو کھنڈر ہوجاؤں

ہر گھڑی خوف ستاتا ہے فنا کا مجھ کو
اپنے کوچے میں بلالیں کہ امر ہوجاؤں

غازۂ خاکِ درِ پاک جو مل جائے مجھے
شب تاریک میں عنوانِ سحر ہوجاؤں

دامن شوق میں لے جائیں مجھے اہل طلب
خاکِ در بن کے رہوں اور گہر ہوجاؤں

اُن کی سرکار میں جب مجھ کو رسائی ہو نصیب
سر سے میں تا بہ قدم دیدۂ تر ہوجاؤں

ہے تری بات بڑی تیرے غلاموں کے لئے
وقت پڑجائے تو میں سینہ سپر ہوجاؤں

راہ پر خار سہی ، خوف کے انبار سہی
ہم سفر ذکر نبی ہو تو نڈر ہوجاؤں

نہ مری سمت ہے کوئی نہ ہے منزل کوئی
رخ جدھر ہو مرے آقا کا اُدھر ہوجاؤں

نوریؔ جس وقت قدم اپنے نکالوں گھر سے
جانب شہر نبی محو سفر ہوجاؤں

اس پوری نعت پاک کو پڑھنے کے بعدان دواشعار کو پھر بغور پڑھئے اور دیکھئے کہ حضرت نورعشق رسول کی کس منزل پر ہیں اور آپ خود اپنے دل پر ایک نگاہ تجسس ڈالیں اور دیکھیں کہ آپ عشق رسول کی کس منزل میں ہیں:

اپنا مختار جو اے خیر بشر ہوجاؤں
میں تری راہ بنوں میں ترا در ہوجاؤں

تو جو آئے تری راہوں میں بچھادوں پلکیں
تیری مسند بنوں آقا ترا گھر ہوجاؤں

کاش یہ منزلیں ہم سب کو میسر ہوں۔

رباعی کہنا فن شاعری میں سب سے مشکل کام ہے۔ رباعی کا چوتھا مصرعہ ایسا ہو کہ قاری پڑھتے ہی اچھل پڑے۔ اوپر کے تینوں مصرعے اس کے لئے فضا سازی کا کام کرتے ہیں۔ اساتذہ نے رباعی کے چوبیس اوزان مقرر کئے ہیں۔ اس کا بنیادی وزن ''لاحول ولاقوۃ الاباللہ'' یعنی ''مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع'' ہے۔ زحافات لگتے جاتے ہیں اور وزن بدلتے جاتے ہیں۔ ایک رباعی کا ہر مصرعہ الگ وزن میں ہوسکتا ہے۔ میں یہاں عروض پر گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مقصد صرف حضرت نور کی رباعی گوئی پر چند الفاظ کہہ کر اپنے وقار میں اضافہ کرنا ہے۔ چند رباعیاں ملاحظہ فرمائیں اور خود فیصلہ کریں کہ ان کی رباعیاں کس معیار کی ہیں اور انہوں نے رباعی گوئی کا حق کہاں تک ادا کیا ہے:

آلائش غم سے پاک میرا دل ہو
مثل مہ تابناک میرا دل ہو
اب دل میں یہ آرزو مچلتی ہے نوریؔ
سرکار کے در کی خاک میرا دل ہو

آنکھوں میں آنسوؤں کا سرمایہ ہو
اور دل میں خیال شاہ بطحا کا ہو
پھولوں کی طرح میں راستے میں بچھ جاؤں
جب سوئے مدینہ قافلہ جاتا ہو

مداح پیمبر کا ملے تاج مجھے
آقا کے ثناگر کا ملے تاج مجھے
سرکار کے بخشے ہوئے ٹکڑوں پہ پلوں
طیبہ کے گداگر کا ملے تاج مجھے

چہرے پہ جو عزت کی چمک آئی ہے
یہ نسبت آقا کی مسیحائی ہے
تحریر زبان پر ہے آقا کا نام
اس نام کے صدقے مری بن آئی ہے

آقائے دوجہاں کی مدحت ہے نعت
ناموس شریعت و طریقت ہے نعت
لاؤں میں زباں پہ بے طہارت کیسے
اے نوریؔ! مرے لئے عبادت ہے نعت

سرخیل عطا، فاطمہ، حسنین، علی
کونین وفا، فاطمہ، حسنین، علی
اللہ بھی راضی ہو جو راضی ہوجائیں
محبوبِ خدا، فاطمہ، حسنین، علی

جو وصف و مراتب میں کمی رکھتے ہیں
وہ اپنی ہی عقلوں میں کجی رکھتے ہیں
رکھتے ہیں علی کو چشم الفت میں نبی
کونین کو چٹکی میں علی رکھتے ہیں

یہ خلق کا انداز یہ کردارِ حسین
آغوش حسین میں ہیں انصارِ حسین
یہ دھوپ یہ کربلا سی تپتی دنیا
اے کاش، ملے سایۂ دیوارِ حسین

اے لخت دلِ سید بطحا، شبیر!
تو صحن حرم کا ہے اجالا شبیر
ممکن نہیں فکر کی رسائی تجھ تک
ہے ذات تری عرش کا تارا شبیر

ہر سمت یہاں وہاں ہیں شاہ نواب
میرے لئے کل جہاں ہیں شاہ نواب
تکتا رہتا ہوں اس لئے میں ان کو
میں خاک ہوں آسماں ہیں شاہ نواب

''اے نورؔ مرے لئے عبادت ہے نعت'' بیشک نعت گوئی عبادت، نعت خوانی عبادت، نعت کی سماعت عبادت، نعت سراپا عبادت۔ یہی وہ عبادت ہے جس کی قبولیت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ یہی وہ عبادت ہے جو یقینی طور پر اللہ کا قرب عطا کرتی ہے۔ آقائے کائنات کی رضا سے نوازتی ہے۔ اگر جذبے کی صداقت میسر ہو تو سخن کا فن اور شعور اس کے صدقے میں مل جاتا ہے۔ حضرت نور کو اسی سعادت کی ارزانی نے فن کی ان بلندیوں پر پہنچا دیا ہے جہاں دیکھنے میں اہل نظر کی ٹوپیاں زمین پر آجاتی ہیں۔

حضرت نور کو منقبت نگاری میں بھی کمال حاصل ہے لیکن یہاں میں نے صرف ان کی نعت نگاری کا تذکرہ کیا ہے۔ ان شاء اللہ کسی اور وقت منقبت نگاری پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔ مثالاً صرف چند رباعیات منقبت کی پیش کردی ہیں تاکہ ان کی فکر کا یہ گوشہ بھی آپ کی نظروں میں آجائے۔

اللہ رب العزت حضرت نور کی نعت گوئی اور منقبت نگاری کے صدقے میں مجھے بھی حرف ولفظ کا نبض شناس بنادے۔ نعت نگاری کا ایسا ہی ذوق وشوق عطا فرمائے جیسا کہ حضرت نور کو ارزاں کیا گیا ہے نیز ان کے مجموعۂ نعت ومناقب ''قلزم نور'' کو قبول عام کی سند سے نوازے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یاور وارثی عزیزی نوابی

جناب نورؔ فتح پوری
اپنے نعتیہ فکر وفن کے آئینے میں

از۔ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہرؔ

اضطراب قلب ونظر کی سچی ترجمانی، جذبۂ والہانہ کی عکاسی، جنونِ عشق اور وارفتگیٔ شوق کی فراوانی کا جو فریضہ نعتیہ شاعری نبھا سکتی ہے کوئی شاعری نہیں نبھا سکتی۔ نعت دل کی آواز، دل کی راحت اور تخیلی احتیاط و پاسداری کی امین ہے۔ یہ اپنے مطمح نظر اور پاکیزہ تقاضوں سے الگ نہیں رہ سکتی۔ نسبت ووابستگی اور دیوانگیٔ عشق کا اظہار عبادت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ وظیفۂ محبت میں ڈھل کر حرارتِ ایمانی کو بیتاب کر دیتا ہے۔ حب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں جس قدر شدت اور اضطرابی کیفیت موجود ہوگی اسی قدر تخیلات کی آنچ تیز تر ہوتی جائے گی۔ بارگاہِ نعت میں مشک ختن، دُرعدن اور لعل یمن اپنا سر جھکا تا نظر آتا ہے۔ خوشبوئے جذبات اور مشک احساسات اظہار تمنا کو بے قابو کر دیتا ہے۔ نعتیہ شاعری کو رسمی و مجازی کارگزاریوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ایسی شاعری اپنے پیچھے بہت سے مسائل چھوڑ جاتی ہے۔ بڑی اور باوقار شاعری، مشق وریاض فکروفن اور دیدہ وری کی راہوں سے گزرے بغیر وجود میں نہیں آتی۔ یہ شاعری قرآن واحادیث کی ترجمان، واقعات وکردار کی آئینہ دار، اخلاق وسلوک کی امین اور التجائے شفاعت ومغفرت کی مظہر ہے۔ سینے میں جس قدر عشق ومحبت کی آگ دبی ہوگی دل کی دھڑکنیں جس قدر وفورِ شوق سے آشنا ہونگی اور بے چین نگاہیں جس قدر اشکباری کی عادی

ہوگی اسی طور پر دلنواز حسن کی رعنائیاں اشعار کی تہوں میں سماتی جائیں گی ۔ظاہر ہے جو شاعری ہمارے ایمان کی علامت ہو، عشق رسالت مآب کا وظیفہ پڑھتی ہو، اسلامی آداب وتہذیب کی دولت تقسیم کرتی ہو، حصولِ ثواب اور جزائے خیر کا دم بھرتی ہواس کی قدر و قیمت کا اندازہ ایک دیوانۂ رسول کے سوا اور کون لگا سکتا ہے ۔انہیں لطیف جذبات کی وادیوں سے گزرنے والوں، ہوش وجوش کی بے لوث خوشبو بکھیرنے والوں، دل کی امنگوں کو پائے ناز پر نچھاور کرنے والوں، آنسوؤں کی سوغات درِاقدس پر قربان کرنے والوں اور جمال وکمال پر دین وایمان فدا کرنے والوں میں عاشق رسول، مداح نبی حضرت گرامی جناب سید محمد نور الحسن نورؔ فتح پوری بھی شامل ہیں جنہوں نے گیسوئے نعت اور گلشن مدح وثنا سنوارنے میں زبان وبیان اور طبع آزمائی کا بیش بہا اثاثہ نثار کیا ہے ۔فنی لطافتوں کے آئینے میں اعلیٰ قدروں کی تجلیوں نے موصوف کی شاعری کی خوب پذیرائی کی ۔جذبۂ طاہر نے ثابت کیا ہے کہ اگر سینے میں گلہائے عقیدت کی مہک موجود ہو اور مہارت زبان وبیان کی روشنی بھی ہو تو نعت کے بیشتر اشعار فکر وفن کے آئینہ دار بن جاتے ہیں۔

نعتیہ شاعری سے قربت ومحبت بڑی فضیلت کی بات ہے اسی مناسبت سے موصوف نے نعت گوئی کے مشغلۂ روحانی اور اس کی اہمیت وفوقیت کا ذکر بار بار کیا ہے اور مختلف پیرایہ میں کیا:

یہ غزل گوئی نہیں نعت شہ کونین ہے
اے سخن دان وسخن ور با ادب بااحتیاط

ہواؤ ! آؤ، سنو، طائرانِ خوش الحان !
کہی ہے نعت مقدس سنانا چاہتا ہوں

یہ کس نے نعت پڑھی جھوم کر کہ دل میں مرے
مدینہ جانے کا ارمان رقص کرنے لگا

وقت ایسا بھی تھا مجھ کو جانتا کوئی نہ تھا
نعت کہہ لی اور شہرت کے دریچے کھُل گئے

نبی کی نعت یہاں بھی مری محافظ ہے
نبی کی نعت سرِحشر بھی بچائے گی

نبی کی نعت کا فیضان انگلی تھامے ہے
تو نوریؔ کیسے مری فکر لڑکھڑائے گی

ان کے علاوہ بھی بہت سے اشعار شامل ہیں، ''تو نعت ہوتی ہے'' کی ردیف میں جناب شاعر نے بڑے دلکش اور حسن نواز پیرائے میں کلام کہا جو گیارہ اشعار پر مشتمل ہے۔فضائل وبرکات،اوصاف ومحاسن اور مدح وثنا کی چھاؤں میں پورا کلام جھوم رہاہے:

کرم کا ہاتھ بڑھائیں تو نعت ہوتی ہے
مرے حضور جو آئیں تو نعت ہوتی ہے

خوبصورت مفاہیم کی روشنی میں انداز بیان دلکش،موثر اور لطیف وشیریں ہوتو نعت کا ہر شعر دل میں ہیجان پیدا کر دیتا ہے اضطراب وبے کلی اور بے چینی کا ماحول بنا دیتا ہے۔نعتیہ شاعری ہمارے حسن عقیدت،مہر ووفا اور جذب خیر کی امانت ومیراث ہے۔جذباتِ خفتہ کو بیدار کرنے اور آتش عشق سے قریب کرنے کا وسیلہ ہے۔جناب نوریؔ کی شاعری بھی ایسی ہی سرفرازی وسربلندی سے وابستہ ہے۔نئی نئی منزلوں پر پرچم فتح مندی

نصب کرتے ہوئے عشق و محبت اور جمال و کمال کے کثیر پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہے۔ نئی تلاش اور نئے طرز اسلوب کا دائرہ نہ صرف وسیع و کشادہ ہے بلکہ بے ساختگی و پختگی کے سائے میں باوقار و معتبر بھی ہے۔ ہر شعر سے محبت کی کرنیں پھوٹی پڑتی ہیں۔ ہر شعر خوشبوئے ثنا آرائی کا علمبردار ہے۔ ہر شعر راحت و فرحت کا مظہر ہے۔ دل کی گہرائیوں تک اشعار کا اتر جانا اور دل کی وادیوں میں اشعار کا ہلچل پیدا کر دینا آسان نہیں ہوتا مگر جناب نورؔ کی نعتیہ شاعری دل کے نہاں خانوں میں بس جانے کے لئے بیتاب ہو جاتی ہے۔ اشک آلود پلکوں پہ ٹھہر جانے کے لئے بے چین ہو اٹھتی ہے۔ مدح و ثنا کے زم زم میں ڈوبے ہوئے چند اشعار ملاحظہ کریں:

در نبی سے لپٹنے کی آرزو ہے مجھے
غبار شہر نبی میں نہانا چاہتا ہوں

سارے منظر ہیں ترے نقش قدم کا صدقہ
ہر طرف رنگ ہے بکھرا پس منظر تیرا

پہن کے آئی نہیں ہے یہ روشنی کا لباس
ہے خاکِ پائے نبی چاندنی کے ہاتھوں میں

درودوں کے دیئے ہمراہ رکھئے
فلک کا چاند تو بس رات بھر ہے

درِ نبی پر ٹھہر گئی ہیں نظر کی سانسیں
صدی میں بدلا ہے ایک لمحہ درِ نبی پر

ہو نہ ہو ان کی ہی خوشبو سے مہکتا ہے یہ رستہ
مصطفیٰ گزرے ہیں اور آیا گیا کوئی نہیں ہے

اے نعت تری چھاؤں میں کچھ ایسا مزا ہے
احساس بضد ہے یہی جنت کی فضا ہے

ہر پھول کی پتی پہ ترا نام لکھا ہے
ہر قافلہ خوشبو کا مجھے ڈھونڈ رہا ہے

تم کیوں مرے پہلو میں اسے ڈھونڈ رہے ہو
دل تو مرا سرکار کے قدموں میں پڑا ہے

اے چاند کچھ تو اس کا اجالا بیان کر
دیکھا ہے تو نے نقش کفِ پا حضور کا

خوشبو کے قافلے ہوئے رقصاں سرِ چمن
بادِ صبا نے چھیڑا جو نغمہ حضور کا

جو اُن کو سوچا تو آنکھوں میں آ گئے آنسو
حضور سامنے ہوتے تو نوریؔ کیا ہوتا

خدا کرے کہ لکھی ہوں حضور کی نعتیں
کھلے جو نامۂ اعمال میرا محشر میں

جناب نوری کی نعتیہ شاعری ایسی ہی ہے جو ہر قاری کو نہ صرف اپنا اسیر و گرویدہ بنا دینے کی صلاحیت رکھتی ہے بلکہ نعتیہ فکر و نظر اور شیریں اسلوب کی دنیا میں زبردست اضافہ کی بھی حامل ہے۔ ہر جگہ خوشبوئے حسن و طرب اور تابانیٔ نقش پائے رسول کی جلوہ گری ہے۔ کہیں عظمت رسول خدا کے ذکر و بیان کی تجلیاں ہیں تو کہیں دیدار مدینہ اور طلب انوار کی تڑپ ہے۔ کہیں خاک پائے حبیب پر دل و جاں قربان کردینے کا جذبہ ہے تو کہیں غبارِ درِ رسالت مآب کو پلکوں پر سجانے کی آرزو ہے۔ کہیں خارِ گلشن طیبہ پر بہار جنت کو نثار کرنے کی امنگ ہے تو کہیں پائے حسن و ادا پر اشک ندامت بہانے کی تمنا ہے۔ جذبۂ عقیدت و مؤدت کی شاخوں پر کھلے ہوئے چند مہکتے ہوئے پھولوں کی مزید کیفیت ملاحظہ کریں:

نبی کے عشق کی تنویر ساتھ رکھ لینا
ہر اک سفر کو یہ آسان تر بنائے گی

مرا نصیب جو لے جاتا در پہ آقا کے
نفس نفس مرا مصروف التجا ہوتا

چمک جو رکھتے ہیں ذرے دیارِ طیبہ کے
نہیں وہ دامن خورشید و ماہ و اختر میں

ہمیں کیا ستائے گا خورشید محشر
ردائے کرم سر پہ اوڑھے ہوئے ہیں

یہاں ابر رحمت برستا رہے گا
یہاں میرے آقا کے چرچے ہوئے ہیں

تری یاد ہے زندگانی مری
ترا نقش پا راہبر ہے مرا

نعتیہ شاعری داعیٔ عشق ومحبت، پیغام راحت قلب اور سامان رحمت ومغفرت ہے ۔اس کا کہنا سننا اور پڑھنا سب عبادت ہے۔شاعر کی جہاں تک بساط ورسائی ہوتی ہے فکری وتخیلی راہوں سے گزرنے کی کوشش کرتا ہے ۔وہ حسن عقیدت اور خراج محبت کا دریا بہادینا چاہتا ہے ۔عظمت رسول اور جمال مصطفیٰ کے موتی بکھیر دینا چاہتا ہے ۔معجزات نبی اور اخلاق کریمانہ کے تذکروں سے ورق ورق روشن کردینا چاہتا ہے۔اپنی قدیمی روایت اور دیرینہ طبع آزمائی کے مطابق اردو کی نعتیہ شاعری کے عموماً بیشتر موضوعات وہی ہیں جو نعتیہ شاعری کی روح کہلاتے ہیں۔اردو کی نعتیہ شاعری جن طویل وکثیر تخیلی جہتوں پیرایوں لہجوں اور منظر کشی کی روشنی میں وسعت وکشادگی کا مظاہرہ کرتی آرہی ہے دنیا کی کوئی شاعری نہ کرسکی بالخصوص جس میں شعائر اللہ کی چمک دیدار مدینہ کی تڑپ اور اسلامی کردار کی کثرت ہوتی ہے۔درِشاہِ امم سے لپٹ لپٹ کر آنسو بہانے کی حسرت، ذرہ ہائے رسالت مآب کو آنکھوں سے لگانے کی چاہت، دامن خالی میں رحمت و برکت کی تجلیاں سمیٹ لینے کی آرزو، گناہ ومعصیت پر احساس ندامت کی شدت اور شفاعت ومغفرت کی بھیک مانگنے کی تڑپ ہوتی ہے۔اس کے علاوہ بھی ارض تا عرش موضوعات کا قافلہ بکھرا ہوا ہے لامحدود ولامتناہی جبکہ دنیا کی ساری نعتیہ شاعری ایک ذرۂ زیر پائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا نہ کرسکی۔

نعتیہ شعروادب سے جو جتنی قربت وانسیت رکھے گا اپنے دلِ ویراں کو رنگ ونور سے آباد کرتے ہوئے عشق ومحبت کا اسیر بنتا جائے گا اور دنیا طلبی کی ہوس سے کتراتے

ہوئے عاشق رسول بن جانے کا شرف حاصل کرے گا۔اسی پس منظر میں عرض کرتا ہوں جہاں تک قارئین نعت کا تعلق ہے اگر جمال وکیفیت کی بھینی بھینی چھاؤں میں مطالعۂ نعت کریں تو بہت سے افکار دل کی تہوں میں اتر کر رجحان ومیلان کو نئی روشنی عطا کر سکتے ہیں اور عشق رسالت مآب کی چمک چشم وجگر کو بیتاب کرسکتی ہے ۔اس مندرجہ ذیل شعر کے انداز بیان ،جنون شوق اور جذب خیر کا تیور ملاحظہ کریں جس سے نہ خود شاعر متاثر وگرویدہ نظر آتا ہے بلکہ کوئی بھی قاری اس شعر کی شدت ارمان وآرزو کا دیوانہ ہوسکتا ہے:

یہ کس نے نعت پڑھی جھوم کر کہ دل میں مرے
مدینہ جانے کا ارمان رقص کرنے لگا

سبحان اللہ، حضرت نور کا طرز نعت گوئی نہایت موثر، شیریں اور دیدہ ورانہ ہے ۔بیشتر تخیلات پر معیار ووقار کی گہری چھاپ ہے۔

ایسی روحانی نعتیہ شاعری پر یہ راقم دلی مبارکباد پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ ان کا ہر شعر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں قبول ہو۔آمین

سید شمیم احمد گوہر قادری

سجادہ نشین خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ

آبشارِ نور
صاحبزادہ سید محمد نورالحسن نور

ریاض مجید

نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد جس حب پر استوار ہے اسکی عطا وہ سرشاری ہے جو نعت نگار کے وجود سے اس کے کلام تک پھیلی ہوتی ہے نعت نگار کا تجربہ جتنا سچا اور اس کا اظہار جتنا تخلیقی ہوگا یہ سرشاری اتنی ہی نمایاں اور اثر انگیز ہوگی سرشاری کا وفور مالک کی عطا ہے اکثر نعت نگاروں کے ہاں یہ ایک مستقل رویے کی صورت میں ظاہر نہیں ہوتی بلکہ اس کا گراف اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے لیکن نسبت کی روشنی میں نہائے ہوئے جن ثنا کاروں کا زیادہ وقت حال مستی میں گزرتا ہے انکے ہاں سرشاری کا جذبہ عام نعت نگاروں سے زیادہ ہوتا ہے ان نعت حالوں کی مجلسیں ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معمور اور انکی خلوتیں یادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پُرنور ہوتی ہیں نعت گوئی انکے نزدیک ایک شعری شغل نہیں ایک روحانی واردات ہوتی ہے اور اسکے ساتھ انکا تعلق بھی ایک موضوعِ گفتگو کا نہیں بلکہ ایک اعصاب گیر تجربے کا ہوتا ہے۔

عصرِ حاضر کے نعت نگاروں میں صاحبزادہ سید محمد نورالحسن نور کے نعتیہ مجموعے کی نمایاں خصوصیت ایک سرشاری ہے صاحبِ نعت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی قدر اور انکی سیرت کے تذکار مبارک کی اس سرشاری کی کئی جہتیں ہیں اسکا ایک رخ مدینہ منورہ کے ماحول اور آپکے روضۂ مبارک کی فضا اور در و دیوار سے نعت نگار کی محبت ہے جو انکی نعتوں میں سرشاری اور حضوری کے تصور کو نمایاں کرتی ہے صاحبزادہ سید محمد نورالحسن نور کی اکثر نعتوں میں بتکرار اس محبت کا اظہار ہوا ہے بقول مولانا الطاف حسین حالی۔

نیا ہے لیجئے جب نام ان کا
بہت وسعت ہے میری داستاں میں

ان کے ہاں ہر بار جب مدینے کے متناسبات کا اظہار ہوتا ہے۔شیفتگی کی تازہ بہ تازہ کیفیت سامنے آتی ہے۔

نور کی شاعری میں خوش آہنگی کا ایک سبب ان کی بحور ہیں انہوں نے کچھ ایسی بحروں میں بھی نعتیں کہی ہیں جن کا استعمال آج کی نعتیہ شاعری میں کم کم ہے یہ موضوع ایک جداگانہ مقالے کا متقاضی ہے کہ اردو نعت میں کون کون سی بحریں زیادہ استعمال ہوتی ہیں اور کون سی کم؟ ویسے تو ہر تخلیقی اظہار اپنا آہنگ ساتھ لاتا ہے اور ہر نعت کے آغاز میں کسی ایک مصرع یا شعر سے نعت کا صوتی مزاج متعین ہونے پر نعت گو اس آہنگ میں اپنی عقیدت ومحبت کے اظہار کا آغاز کرتا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جدت اور نادرہ کاری کی تلاش میں شاعر بعض اوقات "روشِ عام" سے ہٹ کر آہنگ اختیار کرتا ہے جس سے تاثیر میں انفرادیت پیدا ہو جاتی ہے نور کی حمد کے درج ذیل مطلع سے انکی اس خصوصیت کا آغاز کرتے ہیں۔

ہوا کو بادل بنانے والا مرا خدا ہے
زمیں پہ سبزہ اگانے والا مرا خدا ہے

نور کی پختہ کاری کی ترجمان انکی وہ بہت سی نعتیں ہیں جن کی زمینیں منفرد اور انکی جودتِ طبع کا نتیجہ ہیں قافیے اور ردیفوں نے انہیں سنگلاخ نہیں تو مشکل ضرور کر دیا ہے یہ انکی طبع زاد زمینیں ہیں انہوں نے ان زمینوں میں پانچ پانچ چھ چھ نہیں بارہ بارہ اشعار کی نعتیں کہی ہیں جو ان کی مہارت اور ریاضت کا ثبوت ہیں درج ذیل مطلعوں والی نعتیں دیکھیں نور کے وفورِ جذبہ نے ان زمینوں میں کتنی سہولت کے ساتھ بھرپور انداز میں نعتیں کہی ہیں آج کے نعتیہ منظرنامے میں ایسی زمینوں کی تخلیق اور ان میں نعتیہ جذبات کے وفور کا اظہار بلاشبہ انکا تخصص ہے۔

نہ پوچھ سرورِ دیں کے دیار کی رونق
ہے اس کے آگے خجل، خلد زار کی رونق

پہنے درود کی ہے قبا سر سے پاؤں تک
مقبول ہو گی میری دعا سر سے پاؤں تک

بیان کرتا ہے یہ نطق اعتلائے فلک
ہیں نقشِ پائے نبی باعثِ ضیائے فلک

جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے نعتوں میں قافیہ وردیف کا یہ نظام ہر کسی نعت گو کے بس کی بات نہیں ہے اس کے پیچھے مہارت اور مشق کے ساتھ نعت کی صنف میں " کچھ کر دکھانے" کی خواہش اور کوشش بھی جھلکتی ہے یہ نعت نگاری کا علمی اور فنی اظہار ہے ایسی نعتیں نعتیہ مجالس اور میلادیہ محافل کے لیے نہیں ہوتیں بلکہ محدود علمی وشعری حلقوں میں پڑھنے کے لیے ہوتی ہیں یا یوں سمجھئے کہ انکے مخاطب عوام نہیں بلکہ شعر وسخن کی باریکیوں کو سمجھنے والے اہلِ علم یا خود شاعر ہوتے ہیں ایسی نعتیں نعت کی صنف کو موضوعِ محض کے دائرے سے بلند کر کے نہ صرف اسے فن آشنا کرتی ہیں بلکہ دوسرے شاعروں کے بھی تشویق کا سامان فراہم کرتی ہیں۔

اردو شاعری کے ہر دور کی نعت میں غزل کی صنف کا زیادہ استعمال ہوا ہے (یہ دلچسپ موضوع بھی ایک جداگانہ مقالے کا موضوع ہے) مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ زیادہ نعت نگاروں نے غزل کی مستعمل بحروں میں ہی اپنی ارادت وعقیدت کا اظہار کیا ہے کچھ شاعروں خصوصاًوہ شاعر جو تازہ آہنگ اور منفرد اوزان کی تلاش میں رہتے ہیں انہوں نے نعتیہ جذبات ومحسوسات کے اظہار کے لیے ان بحروں میں بھی نعت گوئی کی ہے جو شاعری میں کم کم استعمال ہوئی ہیں ورنہ نعت گوئی کے کل اثاثے کا ایک بڑا حصہ دس بارہ بحروں ہی کے ذریعے اظہار پذیر ہوا ہے۔

نور کی شاعری میں کہیں کہیں اوزان وآہنگ میں تازہ کاری کی تلاش بھی ملتی ہے ان کے یہ شعر دیکھیے۔

ہر سو ہیں بکھرے رحمت کے سائے ان کی گلی میں
جو چاہے جائے اور دیکھ آئے ان کی گلی میں

لوحِ جاں پہ تھی لکھی ہوئی
نعت جو ابھی ابھی ہوئی

کھلا کھلا ہے گلاب سا چہرۂ تمدن
پہن لی تہذیب نے بھی خلعت حضور آئے

اے مدینے کی خوشبو میری ہمسفر ہو جا
راستہ بتا مجھ کو اے ہوا مدینے کا

ہو نہ ہو ان کی ہی خوشبو سے مہکتا ہے یہ رستہ
مصطفیٰ گزرے ہیں اور آیا گیا کوئی نہیں ہے

تیرے کوچے سے جب آئی تازہ ہوا، اے مرے مصطفیٰ
شاخِ احساس پر پھول ہنسنے لگا اے مرے مصطفیٰ

روضے سے نبی کے آسماں تک
مینار سا نور کا بنا ہے

ہماری مشکل ،ہماری حاجت وہ جانتے ہیں
ہمیں ہے کس چیز کی ضرورت وہ جانتے ہیں

جو رسول کی سواری سوئے لامکاں چلی ہے
تو فلک ٹھہر گیا ہے تو زمین رک گئی ہے

ہزار کوششوں کے بعد بھی کوئی
سمجھ سکا نہ مرتبہ حضور کا

ان بحروں کے شمول سے نور کے نعتیہ آہنگ میں نہ صرف جدت پیدا ہوئی ہے بلکہ تازہ کاری کی تلاش میں انکی خوش ذوقی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

تخلیقی انداز میں سوچے گیے خیال اپنا آہنگ بھی ساتھ لے کے آتے ہیں مستعمل زمینوں اور بحروں سے ہٹ کر نعت گوئی کرنے والے نعت نگار جب نادر الوقوع شعری آہنگوں یا کم استعمال ہونے والے صوتی اسالیب میں شعر کہتے ہیں تو محسوسات ومشاہدات کی کوئی خاص لے کسی کم یاب آہنگ کے امکانات سامنے لے آتی ہے یوں مجموعی بہ حیثیت ان کے کلام میں تازہ کاری کا احساس ہوتا ہے نور کی نعتیہ شاعری میں مذکورہ بالا بحروں کے شمول سے خوش آہنگی اور تازگی کا احساس نمایاں ہے۔

قافیے کے کلیدی استعمال کے ساتھ نعت کی فضا بنانے میں ردیفوں کا بھی ایک خاص کردار ہوتا ہے نسبتاً ذرا بڑی ردیفیں جہاں نعت کی معنوی فضا سازی کرتی ہیں وہاں تکرار سے خوش آہنگی کا احساس بھی جگاتی ہیں نور نے اپنے مجموعۂ نعت میں کہیں کہیں چار چار پانچ پانچ لفظی ردیفوں کے استعمال سے جہاں نعت کے مختلف شعروں میں باطنی ہم آہنگی پیدا کی ہے وہاں تکرارِ ردیف سے خوش آہنگی کے احساس کو بھی اجاگر کیا ہے ان کی یہ نعتیں دیکھیے۔

سرکار کے دامن کی ہوا سب کے لیے ہے
بیمارو! نہ گھبراؤ شفا سب کے لیے ہے

یہی اثاثہ مری زندگی کا ہے آقا
کبھی جو کی ہے تو نعتوں کی شاعری کی ہے

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیرت وکردار کے بیان کے ساتھ متناسبات کا ذکر مبارک نعت کا ایک اہم موضوع رہا ہے آپ کا شہرِ مبارک، مدینے کے در و دیوار، گلی کوچے، آپ کی نسبتِ نو داشت، آپ کے اصحاب، آپ کا نقشِ پا، مسجد، گنبدِ خضرا،

اور دوسرے سینکڑوں ایسے اسماء جگہیں اور حوالے ہیں جن کا ذکرِ مبارک ہر دور کے نعتیہ ادب میں عقیدت واحترام سے ملتا ہے نور کی ہر نعت میں کم وبیش ایک دو حوالے ایسے متناسبات سے متعلق ہیں چند شعر دیکھیے۔

درد کافور ہو گیا ہوتا
نامِ خیر الوریٰ جو دم کرتے

سارے عالم کا رہنما ہے یہی
میرے آقا کا نقشِ پا ہے یہی

لوحِ ایجادات پر جب ارتقا لکھا گیا
نامِ نامی سرورِ کونین کا لکھا گیا

سیرتِ سرکار سا کامل نصابِ زندگی
اس جہاں میں آج تک کیا دوسرا لکھا گیا؟

نہ چاند تاروں کی ٹھہرے گی دھول آنکھوں میں
کہ ہے غبارِ دیارِ رسول آنکھوں میں

پھول کی خوشبو مشک کا چرچہ اس کے آگے سب بیکار
میرے آقا کا ہے پسینہ سارے عطروں کا سردار

ہمارے زیرِ قدم سات آسماں ہوں گے
درِ رسول پہ جس وقت حاضری ہو گی

انہی کے قدموں کی چاپ ہے وہ جسے میں سانسیں سمجھ رہا ہوں
یہ میرے سینے میں دل نہیں ہے، یہ گھر ہے ان کا، وطن ہے ان کا

نور کے گوشِ سماعت نے سنا رک رک کر
نعت پڑھتا ہے ہر اک میل کا پتھر تیرا

تو اگر کرم نہ کرتا تو خزاں رسیدہ ہوتی
ترے لمسِ پا کے صدقے یہ زمیں ہری بھری ہے

بہ حیثیت مجموعی آپ کی نسبت و نور مبارک سے، آپ کے شہر و مسجد اور آپکی ذات والا تبار سے وابستگی وارادت کا ایک دلپذیر منظرنامہ ان متناسبات سے پیدا ہوتا ہے نعت کی فضا میں مدینہ شریف کی طرف جانے والے میل کے پتھروں سے آپکی مسجد مبارک کے درِ خیر بخش تک مبارک و میمون اشیاء و تصورات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو یہ پڑھتے ہوئے اپنے تلازمات کے ساتھ قاری کی آنکھوں کے سامنے پھیل جاتا ہے آپ کی نسبت مبارک کے سبب یہ سب تلازمات نہ صرف اہم حیثیت کے حامل ہیں بلکہ ان سے وابستہ یادیں، زائرین کے تصورات اور تجربے نہایت بلیغ اور پُر تاثیر سلسلہ ہائے خیالات کو جنم دیتے ہیں ان خیالات کا شائستہ اظہار نور کی نعت کو ثروت مند کرتا ہے۔

نعت کی صنف نور کے لیے صرف ایک شعری صنف نہیں بلکہ ان کی زندگی کی اہم متاع ہے اس صنف کے ساتھ اس کی شناخت اور وابستگی اس کے لیے مبارک ہے نعت کے حوالے سے ملنے والی ہر خبر، ہر عکس، ہر یاد اس کے لیے موجبِ خیر و برکت، اثاثۂ حیات اور توشۂ آخرت ہے یہ چند شعر ملاحظہ ہوں۔

اطراف مرے رقص اجالوں نے کیا ہے
جب جب میں تری نعت میں مصروف ہوا ہوں

یہ غزل گوئی نہیں نعتِ شہہِ کونین ہے
اے سخندان و سخنور! با ادب با احتیاط

اک لمحہ زندگی کا تصور محال ہے
میں مر ہی جاؤں مجھ سے اگر روٹھ جائے نعت

میں نے سرکار کی مدحت کو بنایا ہے شعار
مجھ سے دنیا جو خفا ہو تو خفا ہو جائے

کاش پہنچوں خدا کے سامنے میں
نعت پڑھتے ہوئے قیامت میں

ہر لفظ ہر ایک حرف اے نور
سرکار کی نعت پڑھ رہا ہے

شہِ ہر دوعالم کی مدحت گری
اثاثہ ہے میرا ہنر ہے مرا

ان اشعار میں مضامین وموضوعات کا مرکزی حوالہ نعت کی صنف اور شاعر کی اس صنف سے عقیدت ومحبت اور وابستگی وشیفتگی کا اظہار ہے اس کے لیے نعت گوئی شعر برائے شعر نہیں ہے نعت اس کی تخلیقی واردات ہے اظہار کا یہ قرینہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی مصروفیت ہے اور اس کی باطنی سرشاری کا ذریعہ بھی۔

محاکات شاعری کا حسن ہیں اچھا شاعر زیادہ تر امیجز اور تمثال کی زبان میں بات کرتا ہے لفظوں سے تصویریں بنانے سے شاعری میں جاذبیت اور تاثیر پیدا ہوتی ہے خصوصاً

نعتیہ شاعری میں ساکن، متحرک اور ڈرامائی امیجز سے فن اپنے رتبۂ کمال پر پہنچتا نظر آتا ہے تخلیقی تمثال نگاری سے نعت نہ صرف ثروت مند ہوتی ہے بلکہ فنی طور پر اس کا اعتبار بھی بڑھ جاتا ہے نورؔ کی زیرِ نظر کتاب میں کئی خوبصورت تمثالیں ملتی ہیں۔

بنانے والا ہے یثرب کو جو شفا خانہ
طلوع ہوتا وہ ناقہ سوار میرا ہے

درِ آقا سے ہوا دور تو محسوس ہوا
پیڑ سے جیسے کوئی شاخ جدا ہو گئی ہے

وہ آ رہے ہیں، وہ آتے ہیں، آ رہے ہوں گے
بڑھی ہوئی ہے درِ انتظار کی رونق

اے نور میں نے دیکھا ہے ان کے دیار میں
جو آدمی تھا، نور کا تھا سر سے پاؤں تک

ہر اک طرف سے صدا آ رہی ہے محشر میں
وہ آئے سرورِعالم وہ آئے سرورِ دیں

دل نے تڑپ کر آنکھ سے پوچھا کیسی خوشبو آتی ہے
آنکھ میں آنسو آکر بولے آئے مدینے کے آثار

روضے سے نبی کے آسماں تک
مینار سا نور کا بنا ہے

جگہ جگہ پہ بچھے ہیں نبی کے دستر خوان
اڑا رہا ہے زمانہ یہ دعوتیں ان کی

تمثال نگاری ہی کے ذیل میں میلادیہ حوالے سے یہ شعر بھی دیکھیے۔

کھلا کھلا ہے گلاب سا چہرۂ تمدن
پہن لی تہذیب نے بھی خلعت حضور آئے

آئی ولادتِ شہِ ابرار کی گھڑی
اب سر بلند ہونے کو ہیں بے کسوں کے سر

آبشارِ نور میں بہ حیثیت مجموعی صاحبزادہ نورالحسن نے نعت میں بڑے جدید اور خوبصورت اشعار کہے ہیں۔ کچھ اور مثالیں دیکھیے۔

صدا انداز ہوتی ہیں نگاہیں
خموشی ان کے در پر بولتی ہے

جاگتی آنکھیں دیکھ نہ پائیں دور میں انکے جا کے انہیں
خواب کی بستی میں جا کر اب ان کا رستہ دیکھوں گا

خوشبو سی بدن سے پھوٹتی ہے
آیا ہوں رسول کے حرم سے

اسکی جڑوں میں نسبتِ سرکار کا ہے نم
پھولے پھلے گی یونہی مری شاخِ اعتبار

بیٹھے ہیں آج گنبدِ خضرا کی چھاؤں میں
اے لمحۂ کریم! بہت روز ترسے ہم

ترے دیارِ کرم کا پتھر بھی آئنہ ہے
پڑے کہاں پر قدم ہمارا یہ سوچتا ہے

طیبہ کی طرف بھروں اڑانیں اے کاش ملے مجھے وہ شہپر
ہواؤں کے پرے جو پھر رہے ہیں مرے آقا کی خوشبو ڈھونڈتے ہیں
ہوئے ہیں آپ کے قدموں سے جاری یہ جتنے ارتقا کے فلسفے ہیں
نور کی بارش میں بھیگا شہرِ نبی کا رستہ ہے

نورالحسن نور صوفیانہ سلسلہ سے منسلک ہیں اپنے مرشد کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں۔

کہاں میں اور کہاں مدحت نبی کی شہِ نوّاب کا فیضِ اثر ہے
پرتو شہِ نوّاب کا مہتاب بنا ہے اے نورؔ ہے روشن مرا گھر نام سے انکے

نسبت سے پیدا ہونے والی شائستگی وخوش سلیقگی نے انکے کارِنعت کو پُرکیف بنا دیا ہے وہ نعتِ اطاعت نژاد کے قائل ہیں ان کے نزدیک نعت ایک عبادت ہے ایسی عبادت جو شریعت کے شرف سے مزین ہے وہ اپنے ایک شعر میں نعت نگاری کو کلام الٰہی کی رہنمائی سے منسلک کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

نبی کی نعت نگاری کے واسطے اے نورؔ
ملا کلامِ الٰہی سا رہنما مجھ کو

صاحبزادہ کی نعت اس حوالہ سے بھی لائقِ مطالعہ ہے کہ قارئین کو بھارت میں تخلیق ہونے والی نعت کا کچھ اندازہ ہو سکے یہ نقدِ نعت کا ایک جداگانہ موضوع ہے کہ بھارت میں نعت کی تنقید وتخلیق کے حوالے سے کیا پیش رفت ہو رہی ہے؟ بھارت سے ملنے والے دستیاب نعتیہ مجموعوں اور رسائل کی روشنی میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان کی طرح بھارت میں بھی معیار ومقدار دونوں حوالوں سے اردو نعت میں عشرہ بہ عشرہ نمایاں ترقی ہو رہی ہے (اس باب

میں بعض غیر مسلم شاعروں کے نعتیہ نذرانے بھی اپنا ایک الگ اسلوب رکھتے ہیں) ہر زمانے اور ہر معاشرے کے اپنے الگ مسائل ہوتے ہیں بھارت میں تخلیق ہونے والی نعت میں استغاثہ واستمداد کے موضوعات ومضامین کا اس ذیل میں مطالعہ بھی تحقیقِ نعت کے کئی نئے در وا کرسکتا ہے۔

صاحبزادہ صاحب چونکہ ایک روحانی سلسلہ سے وابستہ ہیں اور عام شاعروں کی نسبت انکا ماحول نعت کے فروغ، اس کی تخلیق اور تشہیر کے لیے زیادہ سازگار ہوسکتا ہے لہٰذا ان سے ہماری بجا توقع ہے کہ وہ اور انکے دائرۂ اثر کے دوسرے شاعر آئندہ سالوں میں بھارت میں اردو نعت کی روایت کو زیادہ ثروت مند کریں گے اس مجموعے کے حوالے سے بھارت میں تخلیق ہونے والی معاصر نعت کے مطالعہ کا موقع ملا خدا نور صاحب کے ذوق نعت میں اضافہ فرمائے اور وہ اپنی سعیٔ جمیلہ اور نعت آثار تخلیقات سے اپنے قارئین کو محظوظ کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں مزید توفیقات سے نوازے آمین

صاحبزادہ کے لیے ایک رباعی پر میں اپنے تاثرات ختم کرتا ہوں۔ رباعی

اخلاص نژاد یہ طہوری نعتیں
حب زاد، ولا فزا، حضوری نعتیں
مقبولِ خلقت ہوں صاحبزادہ
سید نورالحسن کی نوری نعتیں

ڈاکٹر ریاض مجید

رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد کیمپس

تقریظ

غالب نے اردو میں با قاعدہ نعت نہیں کہی لیکن بڑی بات یہ ہے کہ اس نے Randomly جس شعر میں نعتیہ متن کی تشکیل کی وہ بھی ادبی اسلوب اور فکری بلندی کا شاہکار بن گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے اردو میں صرف چند نعتیہ اشعار تقدیسی شعری افق کے ستارے بن گئے اور بعد میں آنے والے شعراء نے اس کے دیوان کی تقلید میں نعتیں کہنا شروع کر دیا، یہ سلسلہ اس کے عہد کے فوراً بعد سے جاری وساری ہے۔ پہلے غالب کی کسی غزل کے مصرع پر نعتیں کہی گئیں جیسے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان کی نعت ہے۔

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں

بعد کے شعراء میں پورے دیوان کی زمینوں کو اپنانے کا رواج ہو گیا۔ میں نے اکثر و بیشتر نعتیہ کلام کے وہ مجموعے دیکھے ہیں جو فیضانِ غالب کے ذیل میں مدحتی ادب کا حصہ بنے لیکن کم مجموعوں میں غالب کے Poetic Diction اور تقدیسی ادب کی اسلوبی شان نظر آتی ہے۔ تاہم " ثنا کی نکہتیں " میں زبان و بیان کی صفائی اور فکری ترفع کے نقوش نمایاں ہیں۔ اس مجموعے میں سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی کی غالب کے لہجے سے مطابقت کی کاوش اور تقدیسی متن کی بنت میں احتیاط پسندی کا عنصر صاف نظر آتا ہے. بلاشبہ جب وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے الفاظ کے جوہر کی آگہی پا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی مدحت کا بیڑہ اٹھایا ہے تو ان کے کلام کی روشنی میں ان کا یہ اظہار یہ تعلیٰ نہیں بلکہ حقیقت حال کا سچا نقش قائم کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

رکھ دیئے میں نے درِ آقا پہ مدحت کے لیے
آگہی پر جب مری الفاظ کا جوہر کھلا

غالب نے لفظوں سے گنجینہء معنی کا طلسم تیار کیا تھا تو نور نے بھی یہ کمال دکھایا ہے۔ ذرا ایجاز کلام کا یہ اعجاز ملاحظہ ہو:

سرورِ دوعالم کی یاد شمعِ تنہائی
سرورِ دوعالم کا ذکر سائباں اپنا

اس شعر میں استعمال ہونے والے لفظ "یاد" "شمع" ذکر" اور" سائبان" کے حوالے سے جتنا سوچیے معنی کے آفاق پھیلتے ہوئے ہی نظر آئیں گے۔ میں حضرت نور کو پیروی غالب میں نعتیہ متن پیش کرنے کی کامیاب کوشش پر مبارکباد دیتا ہوں۔

ڈاکٹر عزیز احسن

ڈائریکٹر نعت ریسرچ سنٹر، کراچی

جمعرات 22 جمادی الثانی 1440ھ بمطابق 28 فروری 2019

حضرت سید نور الحسن نور دامت برکاتہ کی نعتیہ شاعری پر چند سطور

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

راقم کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ وہ اپنے وطنِ عزیز فتحپور کے کسی نامور نعتیہ شاعر کی شاعری کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ پیش کرے چنانچہ اسکی یہ قدیمی تمنا اس طرح پایہ تکمیل کو پہنچی کہ اُسے عزیزم قاری اخلاق فتحپوری کی وساطت سے عہد حاضر کے نامور استاذِ بے بہا وحسانِ نعت حضرت سید محمد نور الحسن نور صاحب کا مجموعۂ نعت ومنقبت المسمیٰ بہ "قلزم نور" راقم کی نظرنواز ہوا اس نے اِس نعت ومنقبت کا سرسری مطالعہ کیا اور اب اُسی کی روشنی میں اپنے ثمرات مطالعہ سپرد قلم کررہا ہے یہ مجموعہ نعت ومناقب 2018 میں اشاعت پذیر ہوا ہے.اس کتاب کا عنوان بہت حسین اور جاذب قلب ونظر ہے۔اس مجموعۂ نعت ومنقبت کے پہلے جزوقلزم کا معنی ہے سمندر اور اس کا دوسرا جز ونور ہے جو نبی امی وعربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصفی نام ہے جس کے لفظی معنی روشنی ہے اس طرح یہ نور کا سمندر ہے یعنی یہ مجموعہ نعتیہ شاعری کا لاجواب وبے نظیر مرقع ہے اور چونکہ عالی جناب سید نور الحسن کا تخلص نور ہے اس لیے شاعر نے اپنی اس نعتیہ تخلیق کو، جوکہ گہرائی وگیرائی میں قلزم کی مانند وسیع وعمیق ہے اپنی جانب منسوب کرتے ہوئے اپنی اس تخلیق کا نام قلزم نور رکھا، یہ کتاب اسم بامسمیٰ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلقت کے اعتبار سے نور مجسم ہیں یعنی آپ اصلاً نور ہیں اور ظہور کے لیے آپ کو بشری جامہ عطا کیا گیا ہے کیونکہ خلائق خداوندی میں بشریت سے بڑھ کر کوئی جامہ نہیں ہے اس سلسلے میں مشہور صحابیِ رسول حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ایک حدیث مشعل راہ ہے محولہ حدیث اقدس درج ذیل ہے۔

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے فرمایا: اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیا سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں جہاں منشائے الٰہی ہوا گھومتا اور سیر کرتا رہا اس وقت لوح وقلم، جنت وجہنم، ارض وسما، مہر و ماہ، جن وانس میں سے کوئی بھی معرض وجود میں نہ تھا پھر جب اللہ پاک کو دیگر مخلوقات کو پیدا کرنا منظور ہوا تب اس نے اپنے نور کے چار حصے فرمائے اور ایک حصے سے قلم، دوسرے سے لوح، اور تیسرے سے عرش پیدا کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ لغوی اعتبار سے نعت کے معنی صفت ہیں لیکن شعرا کی اصطلاح میں نعت اس صنف کو کہتے ہیں جس کا مطمحِ فکری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی اور اس کے متعلقات ومنسلکات ہوں، نعت میں بہت وسعت ہے اس میں ہر قسم کے مضامین جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ومنسلک ہوں رقم کئے جاتے ہیں، جو شعری اصطلاح میں نعت کہے جاتے ہیں نعت عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ ن، ع، ت ہے۔

المشکوۃ المصابیح کے باب اسماء النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وصفاتہ میں منقول ایک حدیث میں نعت کا لفظ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جس معنی میں وہ علی سَبِیْلِ التَّوَالِیْ و القامت آج تک مستعمل ہوتا چلا آرہا ہے ،راقم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو اس کے عربی متن کے ساتھ اس وقت کے اپنے زیر ترتیب مقالہ" اردو شاعری میں نعت" میں 1977ء میں نقل کیا تھا جو فی الحال راقم کی کتاب" نعتیہ شاعری کا ارتقا" مطبوعہ 1888 میں مشمول ہے یہاں حدیث محولہ بالا کا صرف ترجمہ نقل کیا جارہا ہے" حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک پسرِ یہود جو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، بیمار پڑ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی عیادت کے لیے اسکے گھر تشریف لے گئے آپ نے اس لڑکے کے سرہانے اس کے باپ کو تورات تلاوت کرتے دیکھ کر فرمایا کہ اے یہودی! میں تجھ کو اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ جس نے حضرت موسیٰ پر تورات نازل فرمائی کہ کیا تو تورات میں میری نعت، میری صفت اور میرے مخرج (بعثت، ہجرت، مدفن) کا تذکرہ پاتا ہے؟، یہودی نے جب انکاری جواب دیا،

تو لڑکا بول اٹھا کہ خدا کی قسم! میں تورات میں آپ کی نعت، آپ کی صفت اور آپ کے مخرج کا تذکرہ پاتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

شمائل ترمذی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل حلیہ شریف حضرت علی کی زبانی منقول ہے، آپ نے اس حدیث مقدسہ میں نبی امی وعربی کا مکمل حلیہ بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے" يَقُوْلُ نَاعِتُهُ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صلی اللہ علیہ وآلہ وآلہ وسلم "یعنی آپ کی نعت بیان کرنے والا (ناعت) کہتا ہے میں نے آپ سے قبل اور آپ کے بعد آپ کے مثل کو نہیں دیکھا (خصائل نبوی ترجمہ شمائل ترمذی 6 ص 77)، واضح ہو کہ ناعت نعت کا اسم فاعل ہے۔

درحقیقت نعت گوئی ایک مشکل صنف سخن ہے جس پر کامیابی کے ساتھ چلنے کے لیے وسیع علمی مطالعہ اور زبردست ہوشمندی کی ضرورت ہے فارسی شاعر عرفی نے نعت کہنے کو تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف قرار دیتے ہوئے کہا ہے۔

ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن
نعت شہہ کونین و مدیح کے و جم را

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحراست
آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قدم را

غالب کے ایسے خود پسند شاعر نے بھی نعت میں اپنے عجز بیانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

واضح ہو کہ اردو نعتیہ شاعری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جن ضمائر سے تخاطب کیا جائے اس میں بڑے حزم واحتیاط کی ضرورت ہے عربی و فارسی میں ضمائر کے امتیازات نہیں ہیں لیکن اردو میں کچھ ضمیریں معظم ومکرم شخصیتوں کے لیے استعمال کی جاتی ہیں

جو اپنے مراجع کی علوّ شانی اور رفعت مکانی کو ظاہر کرتی ہیں، نعت میں اسی قبیل کے الفاظ اور ضمائر استعمال کرنے چاہیئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اس قدر ارفع و اعلیٰ ہے کہ اس کے لیے روئے ارض وسما میں کوئی مشبہ بہ یا مستعار منہ موجود نہیں ہے خواہ وہ کتنا ہی رفیع اور بلند کیوں نہ ہو، جو ذات نبوی کے لیے استعمال کیا جاسکے کیونکہ آپ بے نظیر و بے عدیل ہیں، اور شاعر نعت کو یہ کہنا ہی پڑتا ہے،

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ يَا سَيِّدَ الْبَشَرِ
مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِيرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرِ
لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّه
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(ملفوظات شاہ عبد العزیز محدث دہلوی بحوالہ اردو کی نعتیہ شاعری از ڈاکٹر فرمان فتحپوری، ص 17 ص 12، منقولہ نعتیہ شاعری کا ارتقاص 74)

نعت کے بہت سے شعرا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے شبیہ کی قبیل کے الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے احتراز لازمی ہے کیونکہ بقول حضرت عثمان خلیفہ سوم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ نہ تھا اور شبیہ کے لیے سایہ کا وجود ضروری ہے اسی لیے منکر و نکیر کے میت سے قبر میں سوال و جواب کے وقت نبی آخر الزماں اور میت کے مابین تک کے سارے حجابات اٹھا دئے جاتے ہیں اور تب اس سے سوال ہوتا ہے کہ "مَا تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ" یعنی تم ان صاحب کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ اس طرح آپکے لیے رجل کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے واضح ہو رجل جسد اور روح کا مجموعہ ہے۔

حضرت نور کے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر بہت زیادہ ادب و احترام کے ساتھ کیا گیا ہے اور ان کے کلام میں راقم کو ادب کے منافی کچھ نظر نہیں آیا۔ عالی مرتبت سید نور الحسن نور نے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اردو شاعری میں نعت کی اہمیت دلنشیں کردی ہے، موصوف نے منتخب تراکیب، اچھوتے اسالیب، دقیق معانی، متنوع و منفرد

تلمیحات، شیریں زبانی، ملیح سادگی، محبت کے میٹھے انداز، پیار کے لطیف پہلو، صداقت کے وفور، حقائق کی فراوانی، مجاز کی جھلک، تشبیہات و استعارات کی روانی، ادب و لحاظ کے نادر لہجے، رتبہ شناسی کے ڈھنگ، مقبول مبالغے، سنجیدہ و دقیق تصریحات، سلیس وواضح تلمیحات، پر شکوہ تعبیرات اور شگفتہ بندشوں کے ذریعہ اپنے نعتیہ کلام کو مزین کیا ہے۔ موصوف نے نعتوں میں سبھی شاعرانہ لوازم سلیقگی سے برتتے ہیں۔ آپکا نعتیہ کلام شاعرانہ صناعی کا نادر نمونہ ہے آپ کا کلام شاعرانہ ہے اور انکے کلام میں جہاں کہیں آورد کا احساس ہوتا ہے وہیں شاعر موصوف کلام میں زور لاکر آمد کا لطف پیدا کر دیتے ہیں۔ تشبیہات و استعارات اور کنایات آسانی سے فہم کے قابو میں آجاتے ہیں، مضمون تخیل میں پرواز کر کے آسمانوں میں غائب نہیں ہوجاتا، نور کی زبان کی صفائی، بندش کی چستی، محاوروں اور طرزِ ادا کا زور انکے کلام کے حسن کو دوبالا کر دیتا ہے، انکی نعتیہ شاعری لطافت اور مذہبی صداقت کا حسین سنگم ہے۔ نور صاحب کی خاص ادا یہ ہے کہ وہ کبھی کبھی منبع نعت اور آپ کے متعلقات کے خارجی محاسن کے ساتھ اپنے داخلی جذبات کو مدغم کر دیتے ہیں۔ تشبیہات و استعارات سے نہ صرف یہ کہ کلام کی لطافت میں اضافہ ہوجاتا ہے بلکہ ان سے ایضاح مطالب میں بھی مدد ملتی ہے اور اس طرح انکی یہ کاوشات محاکات نگاری کے باب میں لاجواب نگارشات محسوس ہوتی ہیں۔

حضرت نور کی نعتیہ غزلوں کی سلاست، روانی، شیرینی، بے ساختگی اور سپردگی میر کی روانی اور سادگی کی یاد تازہ کرتی ہے۔ مترنم بحروں کے انتخاب نے کلام میں غنائیت پیدا کر دی ہے۔

عشق میں کس قدر ادب کی ضرورت ہے اس کی ایک ہلکی سی جھلک میر کے درج ذیل شعر میں ملاحظہ کریں۔

دور بیٹھا غبار میر اس سے
عشق بن یہ ادب نہیں آتا

قلزم نور میں مشمول نعتوں کا طائرانہ جائزہ مندرجہ ذیل سطور میں پیش کیا جارہا ہے، اس مجموعے کے افتتاح میں ایک حمد اور ایک مناجات ہے، جس میں شاعر نے باری تعالیٰ سے

شہر طیبہ کے گداؤں کے گدا بن جانے کی اپنی تمنا اور آرزو ظاہر کی ہے اور نعت میں سرگرم رہنے کی دعا مانگی ہے۔ مناجات کا صرف آخری شعر ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

تیرے محبوب کی توصیف میں سرگرم رہے
یا خدا نور کو تو ایسا سخنور کر دے

قلزم نور میں حمد و مناجات کے بعد ص 39 سے ص 169 تک نعتیں پیش کی گئی ہیں اور اس کے بعد ص 171 سے ص 232 تک منقبتیں درج کی گئی ہے۔

حضرت نور نے اپنی پہلی نعت کے ایک شعر میں یہ مضمون نظم کیا ہے۔

فلک نے آنچل میں ان کو اپنے سجا لیا جان کر ستارہ
نبی کی یادوں کے چند موتی جو میری پلکوں پہ جھلملائے

شاعر موصوف نے ہر جگہ نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وتوقیر سے مناسبت رکھنے والے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ کیونکہ بارگاہ نبوی وہ بارگاہ ہے جس کی بابت کہا گیا ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

درج ذیل شعر عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں لائق توجہ ہے اور اس کے ساتھ ہی حدیث نبوی "کُنتُ نَبِیًّا وَآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّینِ" کا جاذب نظر استعمال بھی بہت خوب ہے، درحقیقت حدیثی تلمیح کلام کے حسن کو دوبالا کر رہی ہے۔

ادراک سے بعید ہے عظمت رسول کی
آدم سے پیش تر تھی نبوت رسول کی

(قلزم نور ص 64)

مندرجہ ذیل شعر بھی بہت جاذب قلب ونظر ہے کہ جس میں یہ خیال نظم کیا گیا ہے، شاعر نعت اتنا غنی و مستغنی ہو گیا ہے کہ اس کے آگے بڑا سے بڑا سلطان کاسہ بکف سوالی بن کر کھڑا ہے، متعلقہ شعر ملاحظہ ہو

آقائے دوعالم کے گداؤں کا گدا ہوں
ہیں کاسہ بکف دہر کے سلطاں مرے آگے
(قلزم نور ص 84)

وصف پیمبر کو حیطہ افکار سے پرے بتلا کر دعویٰ کیا ہے کہ آپکی ذات گرامی عقل وخرد اور فہم وادراک واظہار سے بلند ہے۔

عقل سے، فہم و خرد سے، درک سے، اظہار سے
ہے پرے وصف پیمبر حیطہ افکار سے
(قلزم نور ص 86)

حضرت نور مقام مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلندیوں سے آشنا ہیں انہوں نے صنعت تلمیح کا سہارا لے کر قرآن پاک کی ان آیات کی طرف اشارہ کیا ہے قرآن پاک کے پارہ 26 سورہ حجرات کی دوسری اور تیسری آیات ہیں جن میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور تکلم کے آداب بتلائے گئے ہیں۔ کہ ایمان والے اپنی آوازیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کریں ورنہ ان کے اعمال ضائع ہوجائیں گے اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی اور جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں انکے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے ادب کی تخم ریزی کے لئے پرکھ لیا ہے اور ان کے لیے معافی اور بڑا ثواب ہے۔ ان آیات مقدسہ کی شان نزول یہ ہے کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی آوازیں آپکی مجلس میں بلند ہوگئیں تو اللہ پاک نے انکو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نبی کے حضور بلند آواز سے بات نہ کی جائے۔ (جلالین شریف)

قرآن پاک رہتی دنیا تک کے لیے نازل ہوا ہے اس لیے یہ احکامات آج کے لیے بھی ہیں کیونکہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افعالِ حیات پر مکمل قدرت کے ساتھ سدا کے لیے زندہ وتابندہ ہیں شاعر عقیدت کے ساتھ کہتا ہے۔

ہے خاک در سید کونین مرے پاس
رکھے نہ کوئی لعل بدخشاں مرے آگے

ذیل میں منقول نعتیہ اشعار منبسط روح وقلب ہیں۔ان میں صنعت تلمیح کا استعمال بھی خوب ہے۔

خدا کا طرز تخاطب بھی والہانہ ہے
ہے انکی نعت کلام مجید کیا کہنا

وَلَا تَقُوْلوا لمن یقتل سے ثابت ہے
کہ تا ابد ہے حیات شہید کیا کہنا

مندرجہ ذیل شعر میں صنعت تلمیح و تلمیع کا استعمال دیدنی ہے

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ یَا سَیِّدَ الْبَشَر
مانگا کروں گا تجھ کو خدا سے دعاؤں میں

(ایضاص 71)

شاعر نعت جناب نور نے درج ذیل شعر میں اپنے ناعت رسول ہونے کے لاجواب مقدر پر کسقدر دلکش انداز میں اور کتنے لطیف پیرائے میں فخر کرتے ہوئے کہا ہے۔

مدح خوان سید الکونین میں ہے نور بھی
کس قدر ہے اوج پر اس کا مقدر دیکھئے

(کذا ص 77)

شاعر نے درج ذیل شعر میں یہ فلسفہ نظم کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کا یہ خاصّہ ہے کہ وہ لمحہ بھر میں امر محال کو ممکن بنادے

نبی کے اسم مبارک میں ہے اثر ایسا
محال امر کو لمحے میں ممکنات کرے

(کذا ص 78)

یہاں محال اور ممکنات کے باعث در آئی صنعت تضاد قابل ستائش ہے، صنعت تضاد کا استعمال جاذب قلب ووجدان ہے۔

شاعر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر صفت میں لاجواب اور عدیم المثال ہونے کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ آپ کی تخلیق نور الٰہی سے ہوئی ہے۔ متعلقہ شعر ملاحظہ ہو۔

بنا کے خالق عالم نے نور سے اپنے
ہر اک صفت میں انہیں بے مثال رکھا ہے

نور صاحب معراج اور اس میں سرعت رفتار کی بابت فرماتے ہیں

زمیں سے لامکاں تک پل میں جانا اور آ جانا
زمانہ آج بھی حیرت میں ہے اس آنے جانے سے

شعرِ مندرجہ ذیل میں شاعر نے اپنا یہ عقیدہ نظم کیا ہے جسے سرکار کے سارے گھرانے سے پیار نہ ہوگا وہ مومن صادق نہیں ہے۔

نہ مانوں گا، نہ مانوں گا، میں اس کو مومن صادق
نہ جسکو پیار ہو سرکار کے سارے گھرانے سے

شاعر کے سامنے مندرجہ بالا شعر نظم کرتے وقت یقیناً سورہ شعرا کی آیت مؤدت مشمولہ آیات 22، 23 رہی ہوں گی جن کے بارے میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آیت مودت میں قربیٰ سے کون لوگ مراد ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم (مشہد حسین از راقم ص 62 و امام حسن ص 148 از راقم)

شاعر نے ذیل میں منقول پہلے شعر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم کے بارے میں بلبل سدرئ حضرت جبریل کا عمل بتلایا ہے جبکہ شعر 2 میں لفظ امی کی صحیح تشریح بیان کی ہے، یہ حقیقت ہے کہ امی کے معنی وہ ذات گرامی ہے جس نے اپنی ماں کے علاوہ کسی اور سے نہ لیا ہو اور وہ اکیلی ذات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے جس نے اللہ پاک کے علاوہ کسی اور سے علم حاصل نہیں کیا۔ آپ کا سارا علم لدنی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی میں علم نہ تھا نہ ہے نہ ہوگا

نہ پوچھو بارگاہ سرور کونین کی عظمت
یہاں پر بلبل سدرہٰ بصد تکریم آتے ہیں

بفیض علم القرآن وہ امی لقب آقا
کسی سے کچھ نہ پڑھ کر سارے عالم کو پڑھاتے ہیں

شاعر نے اسی نعت کے درج ذیل شعر میں آپ کے سبب تخلیق کائنات ہونے کی واقعیت اور حقیقت کو نادر انداز میں اس طرح بیان کیا ہے۔

نبی کے نور کی جلوہ گری ہے کل زمانے میں
انہیں سے مہر و مہ، انجم فلک پر جگمگاتے ہیں

(کذا ص102)

فلسفہ معراج کی بابت جتنے بھی اشعار راقم کی نظر سے گزرے ہیں خواہ وہ کسی بھی زبان وادب سے ہوں ان میں عبد الکبیر کبیر کا درج ذیل شعر زریں حروف میں لکھے جانے کے لائق ہے۔

نب کا در کھلا نہیں نبی گئے اوہ پار
جیسے چکچھ اچکھ میں نکل جات اوہ پار

کبیر کے درجہ بالا شعر کی طرح نور کے معراجیہ اشعار منفرد ولا جواب ہیں موصوف نے ایک نعت کے درج ذیل شعر میں معراج کی عظمت ورفعت اس طرح لاجواب انداز میں نظم کی ہے۔

کس کو نصیب ان کے سوا سیر لامکاں
عرش بریں پہ کون گیا آن بان سے

(کذا ص107)

عظمت رسول کی بابت نور کی ایک نعت کا ایک بے مثال شعر ملاحظہ ہو۔

نہ چھوٹے ہاتھ سے ہرگز یہاں تعظیم کا دامن
یہ طیبہ ہے یہیں کونین کے مختار رہتے ہیں

(کنداص108)

نعت میں آداب نعت کا پاس ولحاظ اشد ضروری ہے اس مضمون کو نادر اسلوب عطا کرتے ہوئے نور صاحب نے بجا طور پر فرمایا ہے۔

نعت رسول لکھیے بصد شوق و انبساط
چھوٹے مگر نہ ہاتھ سے دامان احتیاط

(کنداص119)

شعر مندرجہ ذیل میں مضمون کی ندرت اور عقیدت کی پختگی ملاحظہ ہو۔

جنت کے شوق سے، نہ جہنم کے خوف سے
میں ان سے عشق رکھتا ہوں بے قید و اشتراط

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے نظیر ہونے کی حقیقت کی جلوہ گری درج ذیل تین اشعار میں ملاحظہ فرمائیں۔

مکین سدرہ بصد احترام آئیں جہاں
مکین گنبد خضریٰ کے گھر کی بات کرو

(کندا115)

کیا پوچھتے ہو شان رسالتماب کی
ملتی نہیں نظیر کہیں اس جناب کی

(کنداص116)

ان کو مرے خدا نے بنایا ہے لاجواب
کوئی مثال ہی نہیں اس انتخاب کی

(کنداص116)

نور کی ایک نعت میں منقولہ ذیل شعر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکی عقیدت اور اس عقیدت کے لیے طہارت کے جذبات ملاحظہ ہوں۔

پہلے سو بار زباں مشک سے دھو لی جائے
بعد میں نعت نبی کے لیے کھولی جائے

(ایضاً ص 120)

اسی نعت کے درج ذیل شعر میں زندگی میں الفت نبی کی اہمیت دیدنی ہے۔

زندگی نور زمانے میں مثالی ہو گی
انکی الفت جو کلیجے میں سمو لی جائے

(ایضا ص 121)

ذیل کے شعر میں پاسِ نعت نیز لحاظِ ذکر مصطفیٰ لائق صد ستائش ہے۔

یہ ہے بارگاہ مصطفیٰ، دل! دھڑکنا احتیاط سے
ہوں نہ ضائع سب عبادتیں، مٹ نہ جائے سب کیا ہوا

(ایضا ص 127)

سورۃ الحجرات کی آیات محولہ بالا کی یہ تشریح بہت لاجواب اور انبساط دہِ قلب و ذہن ہے اسی سیاق وسباق میں درج ذیل شعر بھی لائق صد تحسین ہے۔

اے دل کی دھڑکنو! رہے "ان تحبط" کا خوف
ہو جاؤ ہوشیار مدینہ شریف ہے

(کذا ص 131)

قلزم نور کے ص 136 میں منقول نعت کے یہ دو اشعار بہت حسین اور انبساط دہِ قلب و ذہن ہیں۔ راقم کے نزدیک معراج سے متعلق یہ دونوں اشعار اپنے اختصار اور ندرت بیان کے باعث لاجواب ہیں۔

صدیوں پہ تھا محیط سر عرش کا سفر
پل میں مرے حضور کہاں سے کہاں چلے

حیرت سے دیکھتے رہے باشندگانِ عرش
محبوبِ کردگار سوئے لامکاں چلے

(کذا ص136)

معراج کی بابت حضرت نور کا درج ذیل شعر لا جواب ہے۔

بس پلک جھپکی، سفر طے ہو گیا معراج کا
وقت بھی تمثیل سے عاجز ہے اس رفتار کی

(ایضاً ص138)

وقت کا تمثیل سے عجز کا نظریہ بالکل نیا ہے۔اس طرح درج ذیل شعر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے نظیر ہونا اور پیکر انوار کے تشبیہ سے معرا ہونے کا نظریہ بھی بے عدیل ہے۔

جس کو خود خلاق عالم نے بنایا بے مثال
کس سے دوں تشبیہ میں اس پیکر انوار کی

(ایضاً ص139)

حضرت نور سے قلزم نور کے ص 144 کے آخر میں منقول شعر میں مندرجہ ذیل قرآنی آیت نظم کی ہے

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

اس طرح یہ شعر ایک حسین تلمیح کا حامل ہے اس آیت قرآنی کا ترجمہ یہ ہے کہ جو رسول کی اطاعت کرتا ہے اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

ہو جائے گی اطاعت پروردگار بھی
دل سے جو مصطفیٰ کی اطاعت کریں گے ہم

(ایضاً ص143)

حضرت نور نے ص 148 میں منقول نعت کے درج ذیل شعر میں فلسفۂ معراج کی آسان اور جاذبِ وجدان تشریح اس طرح کی ہے۔

دونوں جہاں کی سیر میں جب تک رہے حضور
تھی نبض کائنات جہاں پر، رکی رہی

اس طرح حضرت نور کی نعت گوئی کے اس مطالعہ سے واضح ہے کہ حضرت نور نعت کے کامیاب شاعر ہیں، جنھوں نے اپنی نعتوں میں حدودِ نعت کا کافی پاس ولحاظ رکھا ہے، حضرت نور اکیسویں صدی کے کامیاب اور قابل تحسین نعتیہ شاعر ہیں۔ آپکا حب رسول دیدنی ہے۔ حضرت نور کی نعتیہ شاعری کی بابت یہ نظریہ بلاخوفِ تردید پیش کیا جا سکتا ہے کہ فلسفۂ نعت وحقیقت نعت کی وضاحت میں اس قبیل کے اشعار قدما کے یہاں بھی بمشکل ملیں گے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں منقول چند سطور کے ذریعے آپ کا ہلکا سا تعارف کرا دیا جائے۔

حضرت سید محمد نورالحسن نور، ایک صوفی و صافی بزرگ، ولی کامل و اکمل، فخر السادات، عارف باللہ، حضرت الحاج صوفی سید نواب علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے صاحبزادے ہیں ان کے آبا و اجداد میں سید برہان الدین شہید کے ایسے قطب دوراں شامل ہیں آپ سلطان الہند غریب نواز علیہ الرحمہ کے حقیقی خالہ زاد بھائی ہیں جو بادشاہ شہاب الدین غوری کے لشکری تھے آپ سید محمد نورالحسن نور خانقاہی ماحول میں پلے بڑھے ہیں آپ کے مربی آپ کے برادر اکبر حضرت صوفی سید محمد عزیز الحسن شاہ صاحب نوابی لیاقتی ابوالعلائی سجادہ نشیں آستانہ عالیہ نوابیہ قاضی پور شریف فتحپور ہیں یہ خانقاہ ملک کی مشہور خانقاہوں میں شمار کی جاتی ہے۔

سید محمد نورالحسن نور ایک کامیاب اور ممتاز نعت گو ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب غزل گو بھی ہیں۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری

ایڈوکیٹ لال حویلی امام گنج جی ٹی روڈ فتحپور

نورانی آبشار

محمد....صدر نشینِ تختِ کونین ہے....شجرِ کونین کا تخم اولین اور ثمرۂ آخرین ہے ....جب خالقِ کل نے عدم میں وجودی پیکر تراشنے کا ارادہ کیا تو وہ نہالِ تر و تازہ جو سب سے پہلے ہرا بھرا ہوا....محمد ہے۔

ذخیرۂ احادیث میں مخلوق اولین کی تخلیق سے متعلق تین بیانات ہیں:

۔۔۔۔۔اول ما خلق اللہ نوری

۔۔۔۔۔اول ما خلق اللہ العقل

۔۔۔۔۔اول ما خلق اللہ القلم

بظاہر تفاوت و افتراق کے حامل بیانات کے معنی لطیف اور وجد آگیں مماثلت کے حامل ہیں۔ ملا واعظ کاشفی لکھتے ہیں:

”جوہر اول جو صدف غیب سے ساحل مراد تک پہنچا، عقل تھی اول ما خلق اللہ العقل،.... یا اولین مخلوق قلم اعلیٰ تھا، اول ما خلق اللہ القلم یا پھر نور محمدی اول ما خلق اللہ نوری یہ بیانات متفاوت نہیں۔ تینوں عبارتیں درحقیقت ایک ہی جانب اشارہ کرتی ہیں....وہ اولین جوہر جس نے حضرت مفیض الوجود سے تعقل ذات وصفات کے ساتھ وجود قبول کیا، عقل کہلاتی ہے، خالق و مخلوق کے مابین واسطہ و تعلق کہ مافوق سے استفاضۂ علوم و معارف اور ماتحت کے لیے افاضہ و افادہ کی جہت سے اسی کو قلم کہتے ہیں۔ اور ظہورِ اشیا کی جہت سے وہ آئینہ ہے جو اشعۂ جلال و جمال منعکس کرتا ہے اور نور کہلاتا ہے۔ یہ تینوں ایک ہی شی ہیں۔“

(رسالۂ العلیہ: ص:135)

ملا واعظ کاشفی کے بیان سے جس امر کا اظہار ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے ترجیح کی بجائے تطبیق کا پہلو اختیار کیا ہے ان کے مطابق خلق اول ایک ہی ہے یہ اسی کے تین اعتبارات ہیں اسی کی تعبیریں ہیں ایک ہی منشور سے نشر ہونے والے تین رنگ ہیں اور ایک ہی حقیقت کے تین پہلو ہیں۔ جو نور ہے وہ عقل ہے جو عقل ہے وہ قلم ہے اور جو قلم ہے وہی نور محمدیؐ ہے۔ اللہ نے جس مخلوق اول کو جامہ تخلیق پہنایا وہ کیا اور کیسی تھی؟ اس کی حقیقت پردۂ خفا میں نہیں ہے:

یہ وہی حقیقت ہے جس کی معرفت ہمیں آیہ میثاق کے ذریعہ ہوتی ہے:

وَ اِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِیۡثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّ حِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنۡصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَ اَخَذۡتُمۡ عَلٰى ذٰلِكُمۡ اِصۡرِیۡ ؕ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا ؕ قَالَ فَاشۡهَدُوۡا وَ اَنَا مَعَكُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِیۡنَ۔

"اور جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کردوں اور پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو اس شئے کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہوگی، تو تم ضرور بالضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور اسکی مدد کروگے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس بھاری عہد کو مضبوطی سے تھام لیا؟ سب نے کہا کہ ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا کہ تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں"۔ پھر جب ہم دعائے ابراہیم اور بشارتِ عیسیٰ کو اپنے ذہن میں تازہ کرتے ہیں تو اسی حقیقت کی جانب اشارات ملتے ہیں۔

مسندِ امام احمد میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا:" "انی عند اللّٰہ فی ام الکتاب لخاتم النبیّین و ان آدم علیه السلام لمنجدل فی طینته وسأنبئکم بتأویل ذالك دعوة ابی ابراهیم و بشارة عیسیٰ بی ورؤیة امّی التی رأت وکذالك امّهات النبیّین ترین"

"میں ام الکتاب میں نبی اور خاتم النبیین تھا، جبکہ آدم علیہ السلام ابھی گوندھی ہوئی مٹی کی حالت میں تھے۔ اور میں تمہیں اس کی تاویل سے آگاہ کرتا ہوں اور وہ ہے میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا، اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت۔ اور وہ خواب جو میری والدہ نے دیکھا اور اسی طرح انبیاء کی ماؤں نے دیکھا۔"

یعنی نبوت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس وقت بھی ثابت شدہ تھی جبکہ آدم علیہ السلام کی ابھی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی۔ یعنی آدم علیہ السلام کی خلقت سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے اور خاتم النبیین تھے۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر ابھی آدم علیہ السلام کی تخلیق ہی نہیں ہوئی تھی، تو یقیناً محمد ابن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نامی شخص کی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ذریت میں سے ہیں۔ ایسی صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آدم و محمد نام کے اشخاص کی تخلیق ہی نہیں ہوئی تھی تو پھر نبوت کا تعلق اس وقت کس شئے سے تھا۔۔۔؟ اس بات کا جواب ہے کہ نبوت کا تعلق اس وقت جس چیز سے تھا وہی "حقیقتِ محمدیہ" ہے۔ یعنی وہ شئے ایک حقیقت (Reality) تو ہے، لیکن شخصیت (Personality) نہیں۔ اور عقلا میں سے کوئی بھی دو اشخاص اس بات میں اختلاف نہیں کریں گے۔

اسی حدیث شریف میں دعائے ابراہیمی:

" رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ "

(اے ہمارے رب ان میں رسول کو بھیج جو انہی میں سے ہو اور ان پر تیری آیات پڑھے، اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور انکا تزکیہ کرے۔ بیشک تُو بڑی عزت والا اور حکمت والا ہے)۔

اور بشارتِ عیسوی:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ"۔

(اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف رسول ہوں اور توریت کی تصدیق کرنے والا ہوں اس رسول کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور جسکا نام احمد ہے)۔

کا ذکر موجود ہے۔غور وفکر کی جائے ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کیسے معلوم تھا کہ ایک نبی مبعوث ہوگا۔۔۔۔۔؟ انہیں یہ علم کہاں سے ملا۔۔۔؟ کہ ایک شخص جو ابھی تک عالمِ حس وشہادت (Physical world) میں ظاہر و پیدا ہی نہیں ہوا وہ آکر لوگوں کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے گا اور انہیں پاک کرے گا۔ یقیناً یہ علم اس حقیقت کے بارے میں تھا جو ابراہیم علیہ السلام کی اور آدم علیہ السلام کی اصل تھی۔اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے نفس کی حقیقت کی جہت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت وبعثت کا علم رکھتے تھے۔۔۔"حقیقت محمدیہ" سے واقف تھے۔اور یہ جانتے تھے کہ لازم ہے کہ یہ "حقیقتِ محمدیہ" ایک ایسے شخص کی صورت میں جلوہ آراء ہوگی جو تمام کمالات اور تمام فضائل کا جامع ہوگا۔۔۔ وہ رسول ہوگا بلکہ تمام رسالتوں اور نبوتوں کا خاتَم وخاتِم ہوگا۔۔۔لہٰذا انہوں نے دعا کی کہ وہ شخص ان کی ذریت میں سے ہوتا کہ ان کی ذریت کو ایک عظیم شرف حاصل ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عملی طور پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبولیت بخشی اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آپکی ذریت یعنی بنو اسمٰعیل میں پیدا فرمایا۔ یعنی عربوں میں مبعوث فرمایا۔۔اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انسانیت کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔

اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو یہ علم کہاں سے ہوا؟ جب کہ عام طور پر لوگ انسان کو اس کی ولادت یا وفات کے بعد جانتے ہیں، اوران کا یہ علم گذشتہ امتوں کے بارے میں علم تاریخ اور قصص وروایات کی بنیاد پر ہوتا ہے۔لیکن ایک شخص جو ابھی وجود میں ہی نہیں آیا، پیدا ہی نہیں ہوا اور نہ ہی وہ پرانی امتوں میں سے ہے،تو اس کا علم کیسے ہوگا۔۔؟ کوئی صورت نہیں سوائے اس کے کہ اس شخص کی حقیقت خود عیسیٰ علیہ السلام سے بھی پہلے موجود تھی۔ بلکہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی ہی اصل تھی۔عیسیٰ علیہ السلام اس حقیقت کو

"احمد" کے نام سے جانتے تھے۔اور"احمد" حقیقت ومعانی کے اعتبار سے "محمد" ہی کا ایک جزو ہے۔مطلب یہ کہ "حقیقتِ محمدیہ" کے مراتب ومراحل کی تکمیل نبی کائنات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت وبعثت سے ہونا تھی اور ایسا ہی ہوا۔

یہی "حقیقت محمدیہ" ظہور اشیاء کا آئینہ بنی اور تمام عالمین اسی مراۃ میں جلوہ گر ہوئے ایسے ہی جیسے آئینہ سورج کے سامنے کیا جائے تو وہ اسی سے نور کا انعکاس کرتا ہے اور قرص آفتاب اس آئینہ میں جلوہ گر ہوجاتا ہے۔اسی خلق اول کو عقل کا لباس پہنایا گیا تو وہ سرشت آدم میں مکین ہوئی۔اور مراحل ومدارجِ انتقال سے گزرتے ہوئے انسان کامل (وجود محمدی) کی صورت میں جلوہ گر ہوئی۔وجودِ محمدی ہی واحد واسطہ ہے جس کے ذریعہ خلاقِ عالم کے تمام فیضان واکرام اس کی مخلوق پر برستے ہیں۔باعث کونین اور سببِ تخلیق کائنات صرف "محمد" کی ذاتِ بابرکات ہے۔اس لحاظ سے اس خلقِ اول کو جو "نورِ محمدی" تھا قلم کہا گیا جیسے کاتب کا مضمون قلم کی وساطت سے لبادۂ حرف ولفظ میں ملبوس ہوکر اوراق پر منتقل ہوتا ہے ویسے ہی رحمت خداوندی کا ابر کرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت ماسوا مخلوق تک پہنچتا ہے۔

یہی نورِ محمدی .... وہ اولین جوہر ہے جو تعقل ذات وصفات کے ساتھ وجود آشنا ہوا...جس نے وجود ازلی کے فیوضات ماسوا تک پہنچائے.... یہ سراسر نورانی آئینہ ہے جس میں ذاتِ قدیم کی جلالی وجمالی تجلیات منعکس ہوئیں.... یہی کارگہِ حیات کی کشتِ اولین اور بنائے انبیاء کی خشتِ آخرین ہے۔

سارے عالم کا رہنما ہے یہی
میرے آقا کا نقشِ پا ہے یہی

لوح ایجادات پر جب ارتقا لکھّا گیا
نامِ نامی سرورِ کونین کا، لکھّا گیا

تو اگر کرم نہ کرتا تو خزاں رسیدہ ہوتی
ترے لمسِ پا کے صدقے یہ زمیں ہری بھری ہے

اسی نورِاولین کا ایک پرتو قاضی پور، انڈیا میں یکم رمضان ۱۴۰۳ ھجری کو صوفی سید نواب علی شاہ حسنی عزیزی ابوالعلائی کے مقدس آنگن پر پڑا۔ اور سید محمد نورالحسن نور کی ولادت ہوئی۔ شمس العارفین، بدرالکاملین، قدوۃ الواصلین، فخر السالکین، محبوب المقربین سید نواب علی شاہ اپنے وقت کے ولی کامل اور صاحبِ مسند وارشاد ہیں۔ جن کے پیامِ نور ومحبت کی گواہی ہزاروں غیر مسلم بھی دیتے ہیں۔ انؒ کے اب وجد میں سید برہان الدینؒ شہید ہتھگانوی جیسے قطب دوراں ہیں جو سلطان الہند خواجۂ خواجگاں غریب نواز معین الدین والملۃ علیہم رحمۃ الرحمن کے خالہ زاد بھائی ہیں اور شہاب الدین غوری کے لشکریوں میں شامل تھے، راجہ جے چند کے تعاقب میں ہتھگاؤں پہنچے اور یہاں شہید کردیے گئے۔

ہندوستان کے اس عظیم علمی اور روحانی خاندان کے بطل جلیل صاحبزادہ سید محمد نورالحسن نور سے میرا تعارف اکادمی فروغِ نعت پاکستان کے سوشل میڈیا گروپ "فروغ نعت" میں ہوا اور انہوں نے اپنی خوش فکری، خوش جمالی اور خوش مقالی جیسی خداداد صلاحیتوں سے بہت جلد مجھے اپنا گرویدہ بنالیا۔ ان کی علمی، ادبی اور فکری نشوونما اور تربیت کے تمام مراحل خانقاہی اور روحانی ماحول میں انجام پائے۔ اسی وجہ سے وہ اعلیٰ درجے کا ادبی اور شعری ذوق رکھتے ہیں۔ وہ اپنی خانقاہی اور خاندانی علمی ادبی روایات کے نہ صرف امین ہیں بلکہ وہ اس کے فروغ کے لیے شب وروز کوشاں بھی ہیں۔ سید محمد نورالحسن نور۔۔ حمد، نعت، منقبت اور غزل میں طبع آزمائی کرتے ہیں تاہم غالب رجحان نعت گوئی کی طرف ہے۔ دینی اور عصری علم کے امتزاج کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت نے ان کی شخصیت کو انتہائی متوازن بنادیا ہے۔ اور فکروفن کا یہی توازن ان کی نعت گوئی کا طرۂ امتیاز ہے۔

صاحبزادہ صاحب کو شاعرانہ ذوق تو ورثہ میں ملا ہی تھا، خانقاہی ماحول اور سماع ووجد کی محافل نے فنِ شعر کو مزید جلا بخشی۔ اپنے بڑے بھائی صاحبزادہ سید محمد عزیزالحسن نوابی ابوالعلائی صاحب سجادہ (خانقاہ قاضی فتح پور ہسوہ) کی تربیت اور مشورۂ سخن نے

اس ہیرے کی تراش خراش کی اور یہ گوہر آبدار آج اپنے سبھی رنگوں سے منصۂ شہود پر جلوہ آرا ہے۔صاحبزادہ صاحب نے اپنے لیے نورؔ تخلص منتخب کیا۔ اور پھر خود کو اپنی تمام تر فکری اور فنی صلاحیتوں کے ساتھ اُس "نورِ اولین" کی مدح وثنا کے دیار میں پہنچا دیا، جو باعث تکوین حیات ہے،اس دیارِ نور میں سبز رنگوں کی عجب برسات تھی، سنہری کرنیں نت نئے زاویے تراش رہیں تھیں، عشق ومحبت محرابوں کی صورت میں متشکل ہو رہے تھے اور عقیدت ہر لمحہ سرنگوں ہوتی چلی جارہی تھی،نورالحسن ثنائے خواجہ کے نورانی آبشاروں میں بھیگتے رہے، ان کے فکروشعور کو جلا ملتی گئی،عقیدت ومحبت فزوں تر ہوتی گئی،نورِ نعت نے ان کے رگ وپے میں اس قدر سرایت کی کہ وہ سراپا نور ہو گئے۔

اے نورؔ میں نے دیکھا ہے ان کے دیار میں
جو آدمی تھا ، نور کا تھا سر سے پاؤں تک

زیر نظر مجموعہ وہ نورانی آبشار ہے جو سید محمد نورالحسن نورؔ کے شعری وجدان پر مسلسل گر رہی ہے۔ان کے قلب وروح کو نورانی تجلیات سے بھر رہی ہے اور کاسۂ فکر میں نورانی خیالات انڈیل رہی ہے، یہ سبھی اسی "نوراولین وآخرین" کا پرتو اور اس کے حسن وجمال کا عکس ہے۔

سید محمد نورالحسن نور کے نعتیہ اشعار میں ایک عجیب سرشاری اور سرمستی ہے، وفورِ شوق اور جذب مکمل کا ایک مسلسل بہاؤ ہے جس میں ہر حرفِ مدحت گوہر آب دار کی مانند چمک رہا ہے، اور سید محمد نورالحسن نور کے اس دریائے ناپیدا کنار میں مسلسل اجالوں کے رقص میں مصروف ہے۔سید صاحب کے لیے نعت ہی آب حیات ہے اور اگر نعت نہ ہو تو حیات بھی ممات ہے:

اک لمحہ زندگی کا تصور محال ہے
میں جی نہ پاؤں مجھ سے اگر روٹھ جائے نعت

سید محمد نورالحسن نور کے روحانی خانوادے میں قادری، سہروردی، نقشبندی اور چشتی چاروں نسبتیں موجود ہیں تاہم ان کے مزاج میں چشتیانہ ذوق وشوق کا غلبہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان کی نعت گوئی میں نہ صرف موضوعات سیرت کی بہتات ہے بلکہ فنی اور جمالیاتی رعنائیاں بھی اپنے قاری کا من موہ لیتی ہیں وہ ایک ایسے عاشق رسول ہیں جو بارگاہِ رسالت کے آداب کے تمام تقاضوں سے بھی آگاہ ہیں اور اپنے احساسات کو شعری پیکر میں ڈھالنے کا ہنر بھی جانتے ہیں۔ چشتیانہ ذوق وسرمستی ان کے اشعار کو ایک والہانہ پن عطا کرتے ہیں اور گداز کی دولت سے مالا مال کرتے ہیں ان کے باطنی اور روحانی تجربات ان کی نعت کو ایک عجب طرح کی سرشاری کی کیفیت بخشتے ہیں۔ ان کی زبان سادہ اور لہجہ پرتاثیر ہے وہ اپنے موضوع اور مضمون کے اعتبار سے حسب دل خواہ لب ولہجہ اختیار کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ وہ نعت بصد عجز وشوق کہتے ہیں اور عجیب استغنا سے کہتے ہیں، ان کا شعار نعت گوئی ہے اور دنیا کے خفا ہوجانے کی انہیں قطعا کوئی پروانہیں۔ ایسا تبھی ممکن ہے جب کسی شاعر کو ویسا یقین ہو جیسا سید نورالحسن نور کو ہے:

ہر لفظ ہر ایک حرف اے نور
سرکار کی نعت پڑھ رہا ہے

سید نورالحسن نور نعت پر عجیب تیقن رکھتے ہیں۔ وہ اس نعت کے تصدق اپنا تاریک گھر منور کرتے ہیں، ظلم و جبر کے سفاک تیر وتفنگ سرنگوں کرتے، وقت کی اندھی ندی پار کرتے، اور درِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھوٹنے والی روشنیوں اور اجالوں سے ہی زمانے کے تمام تر مسائل مشکلات کے حل کا مژدہ دیتے ہیں۔ یہ شعر دیکھیے کیا ہی اچھا ہے:

اے زمانے! کیوں بھٹکتا پھر رہا ہے، آ ادھر
چومتے ہی خاکِ طیبہ آگہی آجائے گی

آبشار نور کا ہر شعر نور علی نور ہے۔ ہر خیال عجز وشوق کے سانچے میں مکمل ڈھلا ہوا ہے۔ اس نورانی آبشار میں نورِ اولین وآخرین کے تجلیاتِ پرانوار مسلسل گر رہی ہیں اور ہر حرف اپنے تمام معنوی قرینوں کے ساتھ جگمگا رہا ہے۔

سید نورالحسن نور منجھے ہوئے شاعر ہیں ان کے تخیل کی نورانیت، ندرت اور اچھوتے پن نے اس کے اشعار میں جدت پیدا کی ہے تمثال نگاری، منفرد بحروں کا استعمال اور خوبصورت صوتی مناسبتیں ان کے کلام کی خاصیت ہیں، نظام ردائف وقوافی پر ان کی مضبوط گرفت سے مضامین نعت کی معنویت میں جدت اور ندرت پیدا ہوئی ہے۔ بلاشبہ وہ فنِ شعر کی ضروریات ولوازمات سے کما حقہ آگاہ ہیں اور ہنرمندی سے ان کو استعمال کرنے کا سلیقہ بھی رکھتے ہیں۔ جس کا بین ثبوت ان کی نعت ہے۔ آبشارِ نور بلاشبہ رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت وتوصیف کا ایک نورانی استعارہ ہے۔ میں یہاں صاحبزادہ صاحب کے اشعار کا انتخاب کرنے لگوں تو میرے لیے یہ بہت مشکل ہوگا کہ "ہر اک صورت کلیجے سے لگا لینے کے قابل ہے" والا معاملہ ہے، میری خواہش ہے کہ قارئین ان کے اشعار کا اپنے طور پر مطالعہ کرکے اپنے اپنے ذوق کے مطابق حظ اٹھائیں اور لطف کشید کریں۔ تاہم تحدیث نعمت کے طور پر کچھ اشعار نقل کر رہا ہوں:

درِ آقا سے ہوا دُور تو محسوس ہُوا
پیڑ سے جیسے کوئی شاخ جدا ہو گئی ہے

وہ آ رہے ہیں، وہ آتے ہیں، آ رہے ہوں گے
بڑھی ہوئی ہے درِ انتظار کی رونق

دل نے تڑپ کے آنکھ سے پوچھا کیسی خوشبو آتی ہے
آنکھ میں آنسو آ کر بولے آئے مدینے کے آثار

کھلا کھلا ہے گلاب سا چہرۂ تمدن
پہن لی تہذیب نے بھی خلعت حضور آئے

ہواؤں کے پرے جو پھر رہے ہیں
مرے آقا کی خوشبو ڈھونڈتے ہیں

میزاب جس کو سرورِ عالم نے کہہ دیا
کرنا ہے غسل مجھ کو اسی آبشار میں

ہوا بکھیر دے مجھ کو جو کوئے طیبہ میں
قضا بھی خوش رہے , میرا بھی کام ہو جائے

اکادمی فروغ نعت پاکستان کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے ہندوستان میں افقِ نعت کے روشن ستاروں کو پاکستان میں متعارف کرانے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے سید محمد نورالحسن نورؔ کا مجموعہ اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔ اس سے قبل اکادمی کے زیر اہتمام ہندوستان کے نامور نعت گو شاعر حضرت یاور وارثی عزیزی نوابی کا مجموعہ نعت "سحاب نور" اشاعت آشنا ہو کر اہل علم سے داد و تحسین پا چکا ہے۔

اکادمی فروغ نعت پاکستان، صاحبزادہ سید محمد نورالحسن نور عزیزی نوابی کی بطور خاص شکر گزار رہے کہ انہوں نے اپنے کلام کی اشاعت کے لیے اپنے اعتماد سے نوازا۔ ہندوستانی نعت گو شعرا کے تعارف کا یہ سلسلہ انہی کے تعاون سے شروع ہو کر آگے بڑھ رہا ہے۔ امید ہے کہ یہ سلسلۂ کرم دراز ہوتا چلا جائے گا۔ یہ اس اعتبار سے بھی قابل تحسین ہے۔ کہ پاکستان میں نعت سے تعلق رکھنے والے حلقوں کو بھارت میں تخلیق ہونے والی نعت کا بھی کچھ اندازہ ہو سکے۔ میرے نزدیک اس طرح کے اقدامات کی اشد ضرورت ہے کہ پاک بھارت نعتیہ روابط استوار و مستحکم ہو سکیں۔

برصغیر پاک و ہند میں شائع ہونے والے نعتیہ جرائد و رسائل کا تبادلہ اور شعرائے نعت کے دواوین و مجموعوں کی دونوں اطراف میں اشاعت و طباعت سے جہاں پورے خطہ میں نورانی تعلقات کو فروغ ملے گا، ایک دوسرے سے استفادہ کی راہیں ہموار ہوں گی، تحقیق کے باب وا ہوں گے اور تنقید کے نئے نئے زاویے روشن

ہو نگے وہاں ارسال وترسیل کی مشکلات اور ہوش ربا گرانی کا بھی کسی حد تک ازالہ ہو سکے گا۔

اکادمی فروغ نعت پاکستان کی گوجرانوالہ شاخ کے بانی وچیئرمین اور ممتاز نعت گوشاعر سید محمد اعجاز شاہ عاجز عزیزان محترم سید ریحان الحسن گیلانی اور محمد شعبان نظامی کا بہت شکریہ جن کے تعاون اور مسلسل محنت سے یہ کتاب طباعت آشنا ہورہی ہے۔

مجھے امید ہے کہ" آبشارِنور" کا مطالعہ پاکستانی قارئین نعت کے لیے رنگ، خوش بواور نور کے امتزاج کی طرح خوبصورت، لطیف اور وجدانگیز کیفیات کا حامل تجربہ ہوگا۔آخر میں ایک قطعہ تاریخ طباعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا گوہوں کہ صاحبزادہ سید نورالحسن نورنوابی عزیزی کی یہ نعتیہ کاوش مقبول بارگاہ رسالت قرار پائے اور ان کی توفیقات نعت میں مسلسل اضافہ ہو۔آمین بجاہ النبی الامین الکریم وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ الطیبین الطاہرین۔

قطعہ تاریخ طباعت

خوشا نورالحسن فخرِ سیادت ثنا گوی رسولِ لطف و رحمت
غسیلِ آبشارِ جوی مدحت بہر گامی ببیند خیر و برکت
چو جستم سالِ طبعش گفت ہاتف چرا انداختی خود را بہ زحمت
بگو بی "احتمال" از بہرِ سالش "فروغِ آبشارِ نورِ مدحت"

پیرزادہ سید شاکر القادری چشتی نظامی

مدیر سہ ماہی فروغ نعت اٹک (پاکستان)

نوری نوری نعتیں

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

زیرِ مطالعہ نعتیہ مجموعہ "گلابِ اسمِ نبی کی خوشبو" محترم المقام سید محمد نورالحسن نورنوابی عزیزی فتحپوری (انڈیا) کے قلم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا ہے۔ شاہ صاحب صاحبِ سلسلہ بزرگوں سے بیعت ہیں اور ان کے والد محترم پائے کے اولیاء میں شمار ہوتے ہیں جن کا اسم گرامی حضرت الحاج صوفی سیّد نواب علی شاہ حسنی عزیزی چشتی قادری نقشبندی سہروردی ہے اور وہ اس مجموعہ کے خالق کے والد ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے روحانی باپ (مرشد) بھی ہیں۔ فیوض وبرکات کی اس لڑی میں منسلک ہونے سے سید نور صاحب مدفیوضہم القدسیہ کو نعت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادراک بھی نصیب ہوا اور ملکہ بھی۔

حمد باری تعالیٰ میں رب ذوالجلال سے یہ استدعا کرتے ہوئے کہ۔

اسے بھی ہے اڑنا فضائے ثنا میں
خدایا! مرے طائرِ جاں کو پر دے

جب گلشن نعت میں قدم رکھتے ہیں تو درودِ پاک کی سرمدی نغمے سے آغازِ سخن کرتے ہیں۔ دروردی دروازے سے داخل ہونے والا ہمیشہ منزل کو پا لیتا ہے اور دعا کے ساتھ درودوں کے پر ہی ہیں جو اسے قبولیت کی سند عطا کرتے ہیں چنانچہ وہ طائر جاں کے ان پروں کے ساتھ نعت ختم المرسلیں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا آغازِ مبارک کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہوتے ہیں۔

روشنیِ حریم نور، واقف غیبت و ظہور
شاہدِ جلوۂ خدا صلِ علیٰ محمدٍ

ابر بہارِ جاوداں، لطف کے باغِ بے خزاں
موجِ نسیمِ جانفزا، صلِ علیٰ محمدِ

نورِ چراغ ابتدا، باعثِ بزم انتہا
ربِ عظیم کی رضا، صلِ علیٰ محمدِ

" گلابِ اسمِ نبی کی خوشبو" کے شاعر محترم سادات خانوادے کے چشم و چراغ ہیں اور روحانی طاقت، وجدانی کمک اور امکانی عرق ریزی کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث کے حوالہ جات لانے کا فن بھی جانتے ہیں۔ خالق کائنات نے انہیں ہر طرح سے نوازا اور پھر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثنا کے کام کی مسند پر متمکن کر دیا۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے جو انہیں حاصل ہوئی۔ وہ ثنائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوچتے ہوئے، پڑھتے ہوئے، لکھتے ہوئے اور سناتے ہوئے گویا کہ زندگی کے سارے ہی لمحوں میں نعت اور صاحب نعت کی رحمتوں کے حصار میں رہتے ہیں۔ اور کسی امتحان، کسی دشواری اور کسی تلخ لمحے کو خاطر میں نہیں لاتے۔ وہ بجا طور پر فرماتے ہیں:

ہے تری بات بڑی تیرے غلاموں کے لیے
وقت پڑ جائے تو میں سینہ سپر ہو جاؤں

راہ پُرخار سہی، خوف کے انبار سہی
ہمسفر ذکرِ نبی ہو تو نڈر ہو جاؤں

نور صاحب کی نعتوں میں نغمگی ہے، سلاست ہے، روانی ہے، بہتے جھرنوں کا بہاؤ اپنی مدھر سازوں جیسی آوازوں کے ساتھ ہے، گاہے شکوہِ الفاظ بھی ہے، پرانی زمینوں میں نئے خیالات کی کاشت بھی ہے اور نئی زمینوں کو بھی ایجاد کیا گیا ہے۔ ان کی نعتوں میں قوافی و ردائف کے نظام کا خاص اہتمام ہے جو کسی طور آمد سے کم نہیں۔

بعض نعتوں میں قافیہ کی ندرت اور پھر اسکے استعمال پر تعجب بھی ہوتا ہے اور خوشی بھی۔ ایک نعت کے قوافی، خیر البشری، دریوزہ گری، شوریدہ سری، دیدہ وری، چراغِ سحری، طیبہ نگری اور تاجوری وغیرہ ہیں۔ کم از کم میں نے ایسے خوبصورت اور مترنم قوافی نعت میں استعمال ہوتے نہیں دیکھے تھے۔ یہ مکمل نعت حرزِ جاں بنا لینے کے قابل ہے۔ بس ایک شعر دیکھیے۔ پھر آگے پڑھتے ہیں۔

دن نامِ نبی سن کے سفر کا کرے آغاز
شاید یہی مقصد ہے اذانِ سحری کا

رنگ تغزل کو اگر شرعی پابندی میں لایا جائے اور نعت کے تقاضے ملحوظ ہوں تو وجد آفریں اشعارِ مدحت وجود میں آتے ہیں۔ یہ دو شعر ملاحظہ فرمایئے۔ اس پوری نعت میں رنگ تغزل اور سہل ممتنع باہم گلے مل رہے ہیں۔

چاہتے ہو جو کیمیا ہونا — اہلِ طیبہ کی خاکِ پا ہونا
روز پھرتا ہوں اُن کے کوچے میں — آ گیا ہے مجھے ہوا ہونا

چھوٹی بحر میں ایک اور نعت شریف شامل مجموعہ ہے۔ یہ بھی سہل ممتنع کی عمدہ مثال ہے دیکھتے جایئے۔

ذکرِ شاہِ ھدیٰ کیجیے — قلب کو آئینہ کیجیے
ہے یہ دربارِ شاہ ہدیٰ — زور سے مت صدا کیجیے
مشک سے دھو کے اپنی زباں — مصطفیٰ مصطفیٰ کیجیے

ساڑھے تین فعلن کی مختصر بحر میں نعت کے تمام امکانات سمیٹنا ہمارے ممدوح جناب سید محمد نور الحسن نور مدظلہ کا ہی کام ہے۔ پوری نعت یہاں درج کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔ چھوٹی بحر میں ایسی مرصع کاری کہ بس پڑھتے جایئے اور دل وجاں کو آبِ عشق پیمبر سے سیراب کرتے جایئے۔ یہاں صرف دو شعروں کا ذکر کروں گا۔

کوئی نبی کا پتھر ہے — رکھتا گل کے تیور ہے
جس پہ نازاں ہیں جبریل — میرے نبی کا وہ در ہے

ندرتِ قافیہ کے ضمن میں ایک اور نعت بھی دامن دل کو کھینچ رہی ہے۔

کھولی، ٹولی، دھولی، جھولی، وغیرہ مشکل قوافی کو شاہ صاحب قبلہ نے اس آسانی سے تیرہ اشعار کی نعت میں پرو دیا ہے کہ بس یہ ان ہی کا حصہ تھا۔ اس سے پہلے ان قوافی کی نعت" جاتی ہے" کی ردیف کے ساتھ محترم استاذ شعراء ڈاکٹر ریاض مجید صاحب کے ہاں ملتی ہے۔ بہر حال شاہ صاحب کی نعت کے تین اشعار درج ہیں۔ پڑھیے اور داد دیجیے۔

مل ہی جائے گی دو عالم کے خزانوں کی کلید
عشقِ صادق کی اگر جیب ٹٹولی جائے

ملتفت ہوگا کرم انکا ہماری جانب
گر پلک اشکِ ندامت سے بھگولی جائے

فکر، مصروفِ عبادت رہے ہر وقت، اگر
وصفِ سرکار کے دھاگے میں پرولی جائے

شہر نور، شہر حضور، مدینہ طیبہ کا ذکر خیر ہر عاشق رسول کرتا ہے اور ہر عاشق رسول سننا چاہتا ہے۔ یہ وہی ارضِ مقدس ہے جہاں تبع حمیری نے سرکار دو عالم کے انتظار میں ڈیرے ڈال دیے تھے اور بالآخر ایک خط امانت رکھوا دیا جو پشت در پشت چلتا ہوا حضرت ابوایوب انصاری کے پاس محفوظ تھا کہ میزبانِ مدینہ مہمان بن کر خانۂ انصاری پر جلوہ گر ہوئے اور تبع کی امانت ان تک پہنچی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم مبارک نے یثرب کو مدینہ بنا دیا اور آپ نے ارشاد بھی فرما دیا کہ کوئی بھول کر بھی اسے یثرب نہ کہے اور اگر کہہ بیٹھے تو متعدد بار مدینہ مدینہ کہہ کے ایک طرح سے توبہ کرے۔ (مفہوم حدیث) ہمارے شاہ جی نے بھی اس شہر جمال کا ذکر جگہ بہ جگہ فرمایا اور ایک پوری نعت ہی "مدینہ شریف ہے" کی ردیف میں ابر سایہ دار کی طرح خوشگوار اور سازگار موسم بہار کا لطف مہیا کر رہی ہے۔ دو شعر

مخلوق کی امیدوں کا محور نبی کی ذات
کونین کا مدار مدینہ شریف ہے

جس کی ضیا سے دونوں جہاں مستنیر ہیں
اس نور کا دیار مدینہ شریف ہے

نعت اور صاحب نعت کے ادب واحترام کے ضمن میں شاہ صاحب کا یہ شعر موتیوں میں تولنے کے قابل ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

یہ نعتِ سرورِ کونین کا علاقہ ہے
بہت ادب سے اِن اطراف میں قدم رکھیے

مجموعہ ہٰذا میں نعت گوئی، نعت کے تقاضوں، نعت کی توفیق، اور نعت کے مختلف پہلوؤں کے متعلق اشعار کی ایک حسین کہکشاں الگ سے چمکتی دمکتی نظر آتی ہے۔ کچھ متفرق نعتوں سے یہ حوالے تلاش کرنے کے لیے میرے ساتھ ساتھ رہیے:

نثار خود بخود ہوئیں فصاحتیں بلاغتیں
کرم یہ نعت کا ہوا ہے میری فکرِ خام پر

میرے لب پر ہیں ترانے اُن کے
میرے دامن میں خزانے اُن کے

نبی کی نعت نگاری نے کر دیا ممتاز
کسی نظر میں نہ تھی کوئی حیثیت میری

میں انکی نعت کی دنیا میں سانس لیتا ہوں
وہی بنائیں گے اے نور عاقبت میری

شرف ملا جو شہہ دیں کی مدح خوانی کا
ہر ایک باب کھلا مجھ پہ زندگانی کا

نبی کی مدح کا پرچم ہے میرے ہاتھوں میں
کرے گا کام یہ محشر میں سائبانی کا

نعتِ نبی کو میں نے بنایا جو زندگی خود شہرتِ دوام مجھے ڈھونڈتی ملی
اے نور لو لگائی جو کوئے رسول سے مجھ کو نیا خیال نئی شاعری ملی
اے نعتِ رسول تیرے صدقے تقدیر مری سنور گئی ہے
ہے مدح رسول کام میرا اونچا ہے بہت مقام میرا
آقا کی ثناگری کے صدقے روشن ہے جہاں میں نام میرا

اور تھک ہار کے آخر یوں کہتے ہیں کہ:

زبان ناخنِ پا کی ثنا سے قاصر ہے
کہاں مجال کہ شرحِ صفات و ذات کرے

شاہ صاحب قبلہ کے اس دیوانِ نعت سیّد وسرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کرتے کرتے ان کا ایک شعر بہت اچھا لگا۔فرماتے ہیں:

ہے شہر ترا دُور مرے گھر سے یہ مانا
دشوار ہے کیا گھر مرے آنا ترے آگے

یہ شعر پڑھ کر مجھے اپنی حال ہی میں نعت مرکز لاہور سے شائع ہونے والی کتاب "نعت ہوتی رہے" سے ایک شعر یاد آ گیا۔دیکھیے متوازی فیض کیسے بٹتا ہے اور کہاں کہاں پہنچتا ہے۔میرا شعر یوں ہے:

طُرفہ معاملات ہیں ہجر و وصال کے
میں دور آپ سے ہوں، نہیں مجھ سے دور آپ

اور میرے پنجابی نعتوں کے مجموعے" حدوں ودھ درود نبی تے" میں بھی اس مضمون کا ایک شعر ملتا ہے۔پنجابی سمجھنے والے ناظرین ضرور مزہ لیں گے۔عرض کیا ہے۔

بھاویں مدینہ دور اے تیرے توں نازشا
جھلیا، یقین کر، توں مدینہ توں دور نئیں

اسی طرح شاہ صاحب کا ایک اور شعر دیکھا جس نے چراغ گولڑہ حضرت پیر سیّد نصیر الدین نصیر کا ایک شعر یاد کرادیا سیّد نور صاحب کا شعر یوں ہے:

الجھ کے رہ گئی آرائشِ جہاں میں نظر
کرم کو حکم ہو، محوِ تجلیات کرے

پیر نصیر الدین نصیر نے ایک اور رُخ سے یہ بات کی تھی۔ فرماتے ہیں:

اس وقت نہ چھیڑ اے کششِ لذت دنیا
اس وقت مرے دل کو وہ یاد آئے ہوئے ہیں

بہر حال ہم پھر" گلاب اسم نبی کی خوشبو" سے مشام جاں کے تعطر کا اہتمام کرتے ہیں۔ سید نور صاحب مدظلہ نے چھوٹی چھوٹی درمیانی اور طول بحروں میں یکساں مہارت سے سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی توصیف وثنا کی ہے۔ تمام بحور مترنم ہیں جو ان کے اندر رچی بسی موسیقیت کا پتہ دیتی ہیں۔ روانی اور سلاست ہے کہ بلائیں لیتی نظر آتی ہے۔ کہیں کوئی جھول نہیں۔ کوئی اٹکاؤ نہیں اور سب سے بڑھ کر یہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کے عین مطابق تمام نعتیں جگمگاتی نظر آتی ہیں۔ کہیں بھی عقائد پر ضرب نہیں پڑتی بلکہ عقیدے ان کی نعتیں پڑھ کر اور بھی مضبوط، اور بھی روشن اور مزید واضح ہو جاتے ہیں۔

طویل بحروں میں سے ہم ایک نعت کا ضرور تذکرہ کریں گے۔ طویل بحر میں بھرتی کے الفاظ کا نہ ہونا ایک خوبی ہے جو بدرجہ اتم موجود ہے۔ پھر یہ کہ روانی تمام طویل البحر نعتوں میں حد درجہ کی ہے اور اندرونی قافیوں کی جھنکار اس پر مستزاد۔ زیر نظر نعت ایک خاص رنگ اور لے کی چیز ہے۔ تین شعر یہاں درج کرتا ہوں:

چٹک اٹھیں شاخِ دل کی کلیاں، مہک اٹھے فکر کے دریچے
مرے خیالوں کی انجمن میں حضور جب آ کے مسکرائے

نبی کا اسمِ کریم چمکا جو درمیاں میرے ان لبوں کے
سیاہیٔ شب ہوئی گریزاں خود اپنے ہاتھوں سے منہ چھپائے

ہزاروں نایاب گوہروں سے تمام بازار پُر تھے لیکن
بسی تھی جس میں نبی کی خوشبو وہ خاکِ در ہم سمیٹ لائے

سمیٹ لائے تحریر کرتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ ندرت قافیہ کی ضمن میں ہم نے پلٹ، سمٹ، چمٹ، ہٹ، کٹ، بٹ وغیرہ کے قافیوں والی نعت شریف کا ذکر نہیں کیا جو میرے ذہن سے اتر گیا، یہ قوافی بڑی مشکلوں سے قابو میں آتے ہیں اور ان کا ایک اپنا مزہ اس وقت بنتا ہے جب ردیف بھی ان قوافی کو سنبھالنے والی ہو۔ ایک نمائندہ شعر پیش خدمت ہے:

آقائے کائنات کے در کا فقیر ہوں
اے گردشِ زمانہ، اِدھر مت پلٹ کے دیکھ

قبلہ سیّد نور شاہ صاحب نے خانوادۂ رسول کا تذکرہ بھی اس مجموعہ میں جا بجا کیا ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ خدا خود قرآن میں جن کے لیے آیۂ تطہیر اتارے، خود جن کے قصیدے کتاب اللہ پڑھے اور حضور خود جن کو اجرِ رسالت قرار دیں، کون مسلمان ہوگا جو ان کی (یعنی اہل بیت رسول کی) توصیف میں رطب اللسان نہ ہونا چاہے۔ چنانچہ ہمارے ممدوح نے بھی ممدوحِ خدا کی آل پاک کی خدمت میں بڑے پیار سے نذرانہ عقیدت ومحبت پیش کیا ہے۔ کچھ چنیدہ اشعار دیکھتے ہیں:

یہی وہ غم ہے جو ہر غم سے بخشتا ہے نجات
نبی کی آل کا سینے میں اپنے غم رکھیے

حاصل جسے قرابتِ زہرا کا ہے شرف
کرتی ہے رشک خُلد بھی اس خاندان پر

چہرۂ حیات دُھل گیا، آلِ مصطفٰی کے خون سے
اب اُبھر کے آ گیا ہے یہ نقش تھا مٹا مٹا ہوا

نیزے پہ سر کو رکھ کے یہ شبیر نے کہا
ہونے نہ دیں گے باطل و حق میں ہم اختلاط

غالب الشعراء مرزا اسد اللہ غالب کی زمین میں بھی ایک نعت ہے جسکی ردیف تو "میرے آگے" ہی ہے مگر قافیہ میں ذرا سا فرق ہے۔ اور پھر شاہ صاحب نے ایک قدم اور بڑھاتے ہوئے" تیرے آگے" کی ردیف میں ایک بھر پور نعت کے انیس اشعار محبانِ نعت کو عطا فرمائے ہیں اور ایک سے ایک عمدہ شعر نکالا ہے۔ دو شعر درج ہیں:

اللہ رے اے پائے نبی تیرا تقدس
رگڑے ہے جبیں بلبل سدرہ ترے آگے

بس کاسۂ دل رکھ دیا داتا ترے در پر
لب کھولنا اچھا نہیں لگتا ترے آگے

خانوادۂ سادات سے تعلق رکھنے اور کسب فیض کے مراتب و منازل طے کرنے والے نعت گو کو ایسا ہی ہونا چاہیے جیسے ہمارے سیّد نور صاحب ہیں۔ قرآنی حوالوں کے بغیر نعت گو یا ادھوری رہ جاتی ہے چناچہ ہمارے شاہ صاحب نے اس طرف بھی توجہ کی اور خوبصورت شعروں میں قرآنی الفاظ موتیوں کی طرح پروئے۔ یہ دو شعر دیکھیے:

ہوتا ہے دل میں نقش کفِ پائے مصطفیٰ
اپنی دعا میں کہتا ہوں جب اِھدِنَا الصِراط

اے دل کی دھڑکنو! رہے "اَن تحبط" کا خوف
ہو جاؤ ہوشیار، مدینہ شریف ہے

کچھ اپنی پسند کے موتی میں نے چن کے الگ سے رکھے ہیں جو شاہ صاحب کے اس مجموعۂ نعت" گلاب اسم نبی کی خوشبو" سونگھتے سونگھتے مجھے مل گیے۔ ان کی رونمائی کرانے سے پہلے ایک اہم بات گوش گزار کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ اس مجموعۂ لاجواب میں" نعت شریف" کی ردیف میں ۲۵ اشعار کا قصیدہ بھی موجود ہے۔ جس کا مطلع اور دو شعر حصولِ " برکت نعت شریف" کے لیے درج کرتا ہوں۔

مجھ سے مت پوچھ کیا ہے نعت شریف
سنتِ کبریا ہے نعت شریف
دل درِ مصطفیٰ پہ حاضر ہے
اور قلم لکھ رہا ہے نعت شریف
نعت یٰسں، نعت مزّمّل
سورۂ والضحیٰ ہے نعت شریف

اب آخر میں حسب وعدہ اپنے کچھ نہایت پسندیدہ اشعار درج کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ سیّد نور شاہ صاحب کی اس نعتیہ کاوش کو اللہ کریم اور اسکے حبیب کریم قبول فرمائیں اور ان کی نعتیں ہمیشہ کے لیے امر ہو جائیں۔ اللہ کریم انہیں توفیق مزید بھی عطا کرے تا کہ یہ اکیسویں صدی کو نعتیہ زمزموں سے مزین و منور کرتے رہیں۔ آمین

اٹھتے ہیں واپسی کے لیے نور کے قدم
شہرِ رسول! ڈال دے زنجیر پاؤں میں

آپ کی رحمت سے یوں تو سب میسر ہے حضور
بس مرا دامن ہے خالی دولتِ دیدار سے

لکھ دیا جب سے جبین در پہ یا شاہ امم
پھوٹتی ہے روشنی میرے در و دیوار سے

وہ گدا دینے لگا ہے تاجداروں کو زکوٰۃ
مہرباں جس پر مرے آقا کی گلیاں ہو گئیں

آواز اُن کی، نقشِ قدم اُن کے، اُن کی یاد
کیا کیا حسیں خزانے ہیں غارِ حرا کے پاس

چھپائے بیٹھا ہوں عشقِ رسول سینے میں
تمہیں دکھاؤں میں کیسے، نوادرات میں ہے

حادثوں کی آندھیاں چلیں اور مجھے خبر نہیں ہوئی
جا رہا تھا میں کسی طرف نعتِ پاک سوچتا ہوا

لنگرِ سیّدِ کونین ہے، سمجھا کیا ہے
غیر ممکن ہے کہ خالی کوئی جھولی جائے

آرزو ہے کہ وہ محشر میں بس اتنا کہہ دیں
میرا مجرم ہے، کتاب اسکی نہ کھولی جائے

اے میرے خواب! چل مجھے لیکر اُسی طرف
دل کہہ رہا ہے ان کا زمانہ نصیب ہو

رہتے ہیں جو حضور کے روضے کے اردگرد
اُن طائروں کو دانا کھلانا نصیب ہو

غم ہیں امت کا اٹھائے ہوئے وہ
کتنے مضبوط ہیں شانے ان کے

سنا جو یہ کہ گدائے درِ رسول ہوں میں
تو حادثات نے پوچھی ہے خیریت میری

حصار کھینچ دیا ہے نبی کی رحمت نے
اگر ہو دم تو کرو اب مخالفت میری

وما توفیقی الا باللہ العلیِ العظیم

عقیدت گزار و طالب دعا

(حاجی) محمد حنیف نازش قادری

اسلام آباد (پاکستان)

نورٌ علیٰ نور

" آبشارِ نور" عقیدت و ارادت کا مرقعِ جمیل ہے اور اخلاص و اشتیاق کا چشمۂ اصیل، اردو کا نعتیہ ذخیرۂ کلام ایک ثروت مند گنجینہ ہے اور یہ تازہ و شاداب مجموعہ اس درخشاں ذخیرے میں ایک باارزش اضافہ ہے۔ اس دفترِ سخن کے خوب صورت نام کی معنویت مزید بڑھ جاتی ہے جب ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ شاعرِ گرامی کا تخلّص بھی" نور" ہے۔ ایسے میں دل و دماغ پر مرتب ہونے والی کیف آور معنوی کیفیت کی بہتر ترجمانی کے لیے" نورٌ علی نور" کہہ کر ہی اظہارِ احساسات کیا جاسکتا ہے۔

حضرت صاحب زادہ سید نور الحسن نور خانقاہِ ابوالعلائیہ نوابیہ، قاضی پور شریف، ضلع فتح پور، بھارت کے صاحبِ علم و ذوق چشم و چراغ ہیں جو کوچۂ شعر و ادب میں بھی نو وارد نہیں ہیں۔ وہ اپنے ذوقِ لطیف کی سیر حاصل سیرابی اور اپنی درونی کیفیات کے ابلاغ کی خاطر سخن گوئی کی طرف اعتنا و التفات کرتے رہتے ہیں۔ ان کی دل نشیں شاعری کا خمیر خُمستانِ حجاز سے چاشنی گیر، دُرِّ نجف و لالہ کربلا سے مُستنیر اور اہلِ وجد و حال کے معارف و مقامات سے سُکر پذیر ہے۔

نعت گوئی کے ایوانِ عالی حضرتِ نور الحسن نور شائستگیِ اظہار اور آداب وضوابطِ بیان کے جملہ قرینوں کا نہ صرف عمیق ادراک رکھتے ہیں بلکہ کارگاہِ تخلیق میں بڑی ذمہ داری سے ان لوازم سے نو بہ نو کام لینے کی قدرت بھی رکھتے ہیں۔ علم و عمل، ذوق و شوق، رقّت و گداز اور ہنروری و نیاز نگاری جیسی کم یاب خصوصیات یک جا ہو کر معرضِ سخن میں آئیں تو پھر ایسی دل کو سرشار کر دینے والی پاکیزہ شاعری سامنے آتی ہے۔

زیرِ نظر نعتیں شاعر کی فکری و فنّی پختگی کا پتا دینے کے ساتھ ساتھ ان کے عقائد کی استواری، باطنی صراحت، مزاج کے عجز و انکسار، طبیعت کی روانی و جولانی اور مرتاضانہ تجربات کی سندِ شہادت بھی فراہم کرتی ہیں۔ امید ہے کہ یہ کلام بارگاہِ ممدوحِ کون و مکاں میں بھی رحمتِ قبول سے شرف یاب ہوگا اور عُشّاق کے ہاں بھی خصوصی پذیرائی پائے گا۔

ڈاکٹر معین نظامی

نورالحسن نور کا آبشارِ نور

ڈاکٹر شہزاد احمد
(ایم اے پی ایچ ڈی، مدیر حمد و نعت کراچی)

آبشار نور جناب سید محمد نورالحسن نور نوابی عزیزی کا مجموعہ نعت ہے۔ اپنے اسلاف کے نعتیہ مجموعوں کی طرح یہ بھی ان کے لہو میں جاری و ساری عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک زندہ گواہی ہے۔ جسے انہوں نے عوام الناس اور طبقہ خواص کے لیے طشت از بام کیا ہے۔

جناب نورالحسن نور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رموز، نزاکت، اور باریکی سے پوری طرح واقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عشق کی حد درجہ سرشاری کے عالم میں بھی شریعت کے تقاضوں کو ایک لمحے کے لیے بھی فراموش نہیں کرتے۔ ان کے نعتیہ کلام میں حقیقتِ رسالت، کارِ رسالت اور مقامِ رسالت ہر سہ موضوعات پر انتہائی موثر اور دل نشین انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

نورالحسن نور صاحب نے ہماری قدیم عشقیہ روایت کے ساتھ نئے انداز سے بھی پوری طرح فائدہ اٹھایا ہے، جس کی وجہ سے ان کے نعتیہ کلام کی اہمیت دو چند ہو گئی ہے۔ یعنی ان کے ہاں روایتی ذوق کی تسکین کا سامان بھی ہے اور معاشرتی افادیت کے مناسب شعری عناصر بھی۔ ان کا زیر نظر مجموعہ آبشار نور جملہ فنی محاسن سے آراستہ مصنف کی قادر الکلامی کا مظہر ہے۔

صاحب مجموعہ نورالحسن نور کا کلام اپنی داخلی شہادتوں کی بنا پر عرفان و وجدان کا عطیہ معلوم ہوتا ہے۔ ان کا ذریعہ علم محبت ہے۔ اللہ سے محبت اور رسول سے عقیدت۔ جب انسان محبت کو ذریعہ علم بناتا ہے تو اس کی بات میں حسی تجربہ شامل ہو جاتا ہے جو اپنی جگہ ایک پسند کی حیثیت رکھتا ہے۔

نورالحسن نور نے محبت کو اپنایا اور اسے اپنا رہنما بنایا تو ان پر معرفت باری تعالیٰ کے در کھلنے لگے اور وہ کہنے لگے:

جہاں سے پیاسی گزر گئی ہوں ہزاروں صدیاں
وہاں بھی دریا بہانے والا مرا خدا ہے

شاعر موصوف نے حمد رب میں نعت رسول کی جوت بھی جگائی ہے۔ حمد و نعت کا یہ حسین و جمیل سنگم بھی دیکھیے:

رسول رحمت کے دامن امن و آشتی سے
بروز محشر ملانے والا مرا خدا ہے

یا پھر اسی حمد کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو۔

کلام اس کا، حبیب اس کا، ہیں نور اس کے
یہ بات سب کو بتانے والا مرا خدا ہے

اپنی دوسری حمد میں مناجات بارگاہ الٰہی کے ساتھ نعت رسالت پناہی کا بھی جل ترنگ موجود ہے۔ پوری حمد میں حسن تغزل بھی آب و تاب کے ساتھ کارفرما ہے سلاست و روانی اور سادگی اس حمد باری تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

خشک ہے دل کی زمیں دیدۂ گریاں دے دے
میرے اللہ مجھے موج بہاراں دے دے

چہچہاتا رہے ہر وقت مرا طائر شوق
یا خدا نعت کا وہ ذوق فراواں دے دے

میں جو آزاد رہوں گا تو بھٹک جاؤں گا
نقش پائے شہ کونین کا زنداں دے دے

ان اشعار میں اللہ رب العزت کی وحدت، بزرگی، اور بڑائی کو جس دل نشیں اور موثر انداز سے اجاگر کیا گیا ہے وہ محبت ہی کا فیض ہے۔

نور الحسن نور نے اپنی حمدیہ شاعری میں اللہ تعالیٰ کی صرف رسمی تعریف نہیں کی، بلکہ اس کی ذات یکتا اور صفات بے ہمتا کو اپنے وجود میں بھی محسوس کیا ہے۔

آبشارِ نور کے مصنف نور الحسن نور نعتیہ شاعری میں دبستان اسلاف سے منسلک ہیں۔ ان کی نعتیں حاضریِ حرمین شریفین اور سرشاریِ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایسی آفاقی کیفیت کا اظہار ہیں جس میں فضیلتِ رسول کریم، اطاعتِ رسول کریم، عقیدتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر لحظہ آنکھوں کے سامنے اور ہزار غلبۂ محبت کے باوجود" با محمد ہوشیار" کی شیریں و سرمدی صدائیں کانوں میں سمائی رہتی ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعری میں شکر و سپاس ہے اور عقیدت و محبت بھی۔

نور صاحب وادی غزل کے شہ سوار ہیں۔ اب وہ دیارِ نعت میں بھی اشک بار ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی اکثر نعتیں رنگ تغزل سے ہم رشتہ ہیں ان کی ریاضت غزل، عبادتِ نعت میں صرف ہو رہی ہے۔ ذیل کے اشعار غزل کے سنگ، عقیدت کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں:

پیش کر دوں گا چراغِ ذرۂ راہِ رسول
سامنے میرے اگر تیرہ شبی آجائے گی

اے زمانے کیوں بھٹکتا پھر رہا ہے آ اِدھر
چومتے ہی خاک طیبہ آ گہی آ جائے گی

مدحتِ سرکار میں لب کھول کر دیکھے تو نور
خامۂ خاموش کو بھی شاعری آ جائے گی

شاعر موصوف کی یہ نعت آفاقی قدروں کو عام کر رہی ہے امتِ مسلمہ جس کرب اور اذیت سے گزر رہی ہے اس کا علاج اس شعر میں موجود ہے حالات اگر نا موافق ہوں اور سامنے تیرہ شبی آ جائے تو چراغ ذرہ راہ رسول راہِ جنات، راہِ ثبات اور راہِ صراط ہے۔ راہِ رسول کا یہ ذرہ راہِ حیات کے لیے منارہ نور ہے۔

اس نعت کا دوسرا شعر بھی درسِ حقیقت کو ظاہر کر رہا ہے۔ شاعر محترم کی نظر امت مسلمہ کے احوال پر بہت گہری ہے۔ اس لیے وہ اپنے اس شعر میں گہرائی کا ذکر فرما رہے ہیں۔

وہ ادھر ادھر اور در بدر بھٹکنے والوں کو اپنے پاس بلا رہے ہیں اور نسخۂ شفا خاکِ شفا یعنی خاکِ طیبہ کے چومنے کو آگہی سے مشروط کر رہے ہیں۔

اس نعت کے مقطع میں بھی رنگِ تغزل نمایاں ہے۔ مگر وہ مدحت سرکار میں لب کھولنے والوں کی عظمت کو بیان کر رہے ہیں۔ خامہ خاموش بھی قافلہ حسان میں شامل ہو جاتا ہے۔

ان کی شاعری میں اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی سرشاری بھی ہماری توجہ اپنی جانب مبذول کرواتی ہے۔ وہ نہایت سادہ و سلیس زبان میں نعتیہ شعر کہتے ہیں ان کی کوشش ہوتی ہے کہ کلام میں کسی طرح کا الجھاؤ یا ابہام پیدا نہ ہو اور شاید یہی وصف نور صاحب کی نمایاں خصوصیت ہے۔

آبشار نور سرکار دو عالم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور ان کی منظوم نذر عقیدت و محبت ہے جو غزل کے لہجے میں اپنا ایک خاص تاثر رکھتی ہے۔ اس میں فکر کی جو طہارت، الفاظ کی جو ندرت، لہجے کی جو حلاوت، خیال کی پاکیزگی ادب کا جوہر اور بحضور مصطفیٰ عرض حال کا جو سلیقہ کارفرما نظر آتا ہے، وہ ان کی نعتیہ شاعری کا سرمایہ اور ان کی سعادت کی پہچان ہے۔

ان کی نعتیہ شاعری کے سرمایہ سے چند اشعار دیکھیے جس میں ان کی سعادت کی پہچان بھی نمایاں ہے۔

ہر اک سوال کا شافی جواب ذات تری
ترے کرم پہ ہی دارو مدار میرا ہے

مدح سرکار کے ہونٹوں پہ مہکتے ہیں گلاب
اب یقینی ہے کہ مقبول دعا ہو گئی ہے

بصیرتوں کو تب و تاب بخش دیتی ہے
مرے رسول تری رہگزار کی رونق

نعت رسول پاک کی خوشبو نے آج پھر
چھیڑا ہے میرا سازِ رگِ جاں زہے نصیب

سکون و امن کا انداز دیکھ لے دنیا
مری صدی کو جو آقا تری صدی مل جائے

درد کافور ہو گیا ہوتا
نام خیر الوریٰ جو دم کرتے

خوشبوؤں کا ہمیں قلم ملتا
ہم بھی نعت نبی رقم کرتے

آسیب روز و شب کا مجھے غم ہو کس لیے
رہتا ہوں ان کی چشم کرم کے حصار میں

نورالحسن نور کا اکثر و بیشتر نعتیہ کلام ان کی روزمرہ زندگی میں ذات رسالت سے ان کے تعلق کو اجاگر کرتا اور ان کے اپنے احساس کی صورت کو ابھارتا ہے ان کی یہی خصوصیت ان کی نعتیہ شاعری کو اثر انگیزی اور اثر آفرینی کے عمل سے آراستہ کرتی ہے۔

ان کی حمدیہ و نعتیہ شاعری میں بھی خلوص کی کمی نہیں۔ وہ جو کچھ محسوس کرتے ہیں، وہی لکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری تصنع اور بناوٹ سے پاک نظر آتی ہے۔

جناب نورالحسن نور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعت کی شرطِ اول تصور کرتے ہیں اور فنی چابک دستی کی بجائے خلوص جذبات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ وہ ایک سادہ طبیعت رکھنے والے انسان ہیں جو علمی اور عقلی موشگافیوں سے زیادہ اپنے وجدان پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ان کا پورا نعتیہ کلام ان کے وجدان پر بھروسے کا مظہر ہے۔

خانوادۂ نور کو اولیائے کاملین و بزرگان دین سے نسبت حاصل ہے نور صاحب کے والد گرامی حضرت الحاج صوفی سید نواب علی شاہ حسنی عزیزی ابوالعلائی علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے معروف ولی کامل تھے۔ اصل نام سید محمد نورالحسن اور تخلص نور ہے۔ یکم رمضان المبارک ۱۴۰۳ مطابق ۴ جون ۱۹۸۲ کو قاضی پور شریف فتح پور ہسوہ (یوپی انڈیا) میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی اور دینی تعلیم گھر سے مشروط ہے۔ مثلاً عربی، فارسی کچھ عصری تعلیم پر بھی دسترس ہے۔ یعنی ہائی سکول نیز اتر پردیش عربی، فارسی بورڈ کے سارے امتحانات امتیازی حیثیت سے پاس کیے۔

حضرت نور صاحب کو علم و حکمت اور فنِ شاعری وراثت میں ملا ہے خانقاہی ماحول میں تربیت ہوئی۔ بچپن سے شعر فہمی کا ذوق غالب رہا۔ جو بعد ازاں شعر گوئی میں ڈھل گیا۔ نور الحسن نور اپنے برادر اکبر حضرت صوفی سید محمد عزیز الحسن شاہ عزیز نوابی لیاقتی ابوالعلائی چشتی قادری سے مشورہ سخن لیتے ہیں۔ نعت و منقبت کے ساتھ بہاریہ شاعری بھی کرتے رہے آج ان کا شمار نعت و منقبت اور غزل گو شاعر میں ہوتا ہے۔

سید محمد نور الحسن نور صاحب انڈیا میں رہائش پذیر ہیں۔ ممتاز و محترم نعت گو سید شاکر القادری چشتی نظامی مدیر اعلی سہ ماہی فروغ نعت اٹک سے سوشل میڈیا کے حوالے سے رابطے میں ہیں۔ نعت نے بھی سوشل میڈیا کو اب اپنے حصار میں لے لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب علاقائی اور ملکی حدوں سے نکل کر نعت بین الاقوامی سرحدوں پر دستک دے رہی ہے۔ شعبہ نعت پر کسی ایک شخصیت یا ادارے کی اجارہ داری نہیں بلکہ ہر سمت سے نعت پر انقلاب برپا کرنے والے متحرک ہیں۔ جسے دیکھو وہ انفرادی انداز میں اس سعادت و نجات کے سفر میں اپنا حصہ ڈال رہا ہے۔

جناب شاکر القادری اپنے سہ ماہی فروغ نعت اٹک اور اپنے اشاعتی مرکز فروغ نعت کے ذریعے ادب نعت کو دوام بخش رہے ہیں موصوف کا یہ عمل خوش آیند ہے کہ آپ نے سوشل میڈیا کے توسط سے یارانِ نعت کی کہکشاں سجالی ہے۔ یارانِ نعت کی اس حسین و جمیل بزم میں صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ پڑوسی ملک ہندوستان اور دیگر ممالک کے سفیرانِ نعت بھی شامل ہیں۔ شاکر القادری صاحب کا یہ مستحسن عمل شعبہ نعت اور فروغ نعت سے مشروط ہے۔ یارانِ نعت کی اس بین الاقوامی بزم میں میری شرکت سید شاکر القادری چشتی نظامی کی توجہ کا مظہر ہے۔

نور علیٰ نور کے صدقہ میں نور الحسن نور کا آبشار نور ادبِ نعت میں قبولیت کی سند ٹھہرے۔

ڈاکٹر شہزاد احمد

(ایم اے پی ایچ ڈی، مدیر حمد و نعت کراچی)

تجلیّاتِ نور
سید محمد نورالحسن نور کی نعتیہ شاعری - ایک مطالعہ

بقلم: سید وحید القادری عارف

وہ جو محبوبِ ربُّ العَالمین ہیں، سَیِّدُ الأوّلینَ و الآخرین ہیں ، إمَامُ الأنبیَاءِ وَ المُرسَلین ہیں، قُدوةُ المُؤمنِینَ وَ المُتَّقِین ہیں، رَحْمَةً لِلْعَالَمِینَ ہیں، جن کی بعثت پر خود خالقِ کائنات فخر سے لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِم ؕفرماتا ہے، جن کی آمد کا مقصد ہی ایمان والوں کو اللہ کی آیاتِ بینات سنانا، ان کو پاک کرنا اور ان کو علم وحکمت کی تعلیم دینا ہے یَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، جن کا ہر قول بقول إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ وحیِ الٰہی کا تابع ہے، جن کے ہر عمل کو حق سبحانہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کے لئے أسوةٌ حَسَنة فرمایا، جن کی اتباع بحکمِ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ محبتِ الٰہی کا پروانہ ہے، جن کے دربارِ دُربار کا ادب واحترام حق تعالیٰ شانہ اپنے بندوں کو خود تعلیم فرماتا ہے کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ، اور اس وجوب کی پابجائی میں تساہل پر سرزنش فرماتا ہے کہ آپ کے حضور آواز بھی بلند ہوجائے تو سارے عمل حبط ہوجائیں گے أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ، جن پر خود باری تعالیٰ شانہُ اپنے ملائکہ کے ساتھ درود وسلام بھیجتا ہے اور اپنے مومن بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ وہ بھی درود وسلام کا نذرانہ پیش کرتے رہیں إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا تو تمام ایمان والوں پر یہ فرضِ عین ہوجاتا ہے کہ وہ روز وشب تمام انحائے عالم سے اس ذاتِ والا صفات عَلَيْهِ أفْضَلُ الصَّلوٰةِ وَ أزْکَی التَّحِيَّة

کی بارگاہ میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے رہیں اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اوراپنی اپنی زبان میں اس دانائے سبل، مولائے کل، ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر، مدح وثناء ان ہی کے عشق ومحبت میں سرشار ہو کر باندازِ والہانہ کرتے رہیں کہ یہ سنّتِ الٰہی کی اتباع بھی ہے اور آیتِ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی ایک کیفیتِ استمراری بھی۔ تفسیر ابن کثیر میں ابنِ جریر سے روایت مذکور ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "أَتَانِي جِبْرِيلُ، فَقَالَ: إِنَّ رَبِّي وَرَبَّكَ يَقُولُ: كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ؟ قَالَ: وَاللَّهُ أَعْلَمُ، قَالَ: إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِي" یعنی "میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا کہ میرا اور آپ کا پروردگار فرماتا ہے کہ میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا۔ کہا اللہ بہتر جانتا ہے۔ رب نے فرمایا جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی کیا جائے گا" ۔تو اب ہر صاحبِ ایمان کے ایمان کی تکمیل کی دلالت یہ ہے کہ وہ اپنے ربِ کریم جلّ شانہٗ کے ذکر کے ساتھ اُس کے حبیبِ مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بھی کرتا رہے۔ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

و رفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

اور اصحابِ حل عقد کا یہ ماننا ہے کہ آقائے کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مدح وثنا اکرم الاکرمین جلّ شانہٗ کے کرم کے بغیر ناممکن ہے:

نہ ہو گر نطق میں شامل کرم خلاقِ اکبر کا
ادا اک حرف ہو سکتا نہیں نعتِ پیمبر کا

اور جب یہ کرم شامل ہو تو نطقِ عقیدت پیرہنِ اشعار میں ڈھلنے لگتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے مضامینِ نعت خود بخود شاعر کے قرطاسِ ذہن پر ودیعت ہو رہے ہوں :

مضمون اُڑ کے آنے لگے آسمان سے
مدحت میں اُن کی نورؔ جو میں لب کشا ہوا

جب مکرمی سید محمد نور الحسن نور نوابی صاحب نے اپنے مجموعہء کلام "قلزمِ نور" اور "سلّموا تسلیما" میرے مطالعہ اور اظہارِ رائے کے لئے روانہ کیا تو مجھے ان کے نعوت و مناقب کو بنظرِ غائر دیکھنے کا موقع ملا۔ اس سے قبل بھی فیس بک کے صفحات پر جنابِ نور کا کلام وقتاً فوقتاً میرے لئے ذوقِ لطفِ عقیدت اور لذّتِ قلب و بصیرت کا سامان ہوتا رہا ہے۔ جنابِ نور کے کلام میں فیضِ نسبت کی تجلّیاں جا بجا دیکھنے کو ملتی ہیں اور وہ بار ہا اپنے حصولِ فیض کا ذکر کرتے پائے جاتے ہیں:

بے طلب ہی نورؔ ہم نے اُن کے دستِ فیض سے
اتنا پایا، آرزوئیں بھی پشیماں ہو گئیں

انہیں یہ یقیں کامل ہے کہ:

ممکن ہی نہیں ہے درِ سرکار کے ہوتے
احسان مرے سر پہ رہے دربدری کا

دامانِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اِسی نسبتِ محکم کا اثر ہے کہ جنابِ نور کا ہر کوزہ دریا اور ہر قطرہ سمندر محسوس ہوتا ہے:

دل میں رہتے ہیں سرورِ عالم
اب یہ قطرہ نہیں سمندر ہے

تقاضائے عشق یہ ہوتا ہے کہ عاشق مکمل طور پر اپنے معشوق کا تابع ہو جائے۔ وہ اس کے ہر نقشِ کفِ پا کی تقلید کو اپنی منزلِ مقصود کے حصول کے لئے مشعلِ راہ جانے۔ اور پھر جب یہ نقشِ پا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوں تو ان کو اپنا مرکزِ نگاہ بنانے والے کا ہر قدم عروجِ آدمیت کی منزلیں طئے کرتا ہے:

مل گیے نقشِ پائے خیرِ امم
اوج پر خاک کا مقدر ہے

اور اگر وہ اس جاودانی پیغامِ راہنمائی کو اپنے اعماقِ باطن میں یوں جاگزیں کر لے کہ خود اس کا ہر عمل اس بے مثال ولا زوال پیغام کا آئنہ دار بن جائے تو پھر اس کے عروج کا کیا کہنا۔ جنابِ نور اپنے کلام کے ذریعہ اسی پیغام کو عام کرتے اور اوراپنے قارئین کو دعوتِ حسنِ عمل دیتے نظر آتے ہیں۔ خاص طور پر اُن کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیں:

جس سے پیغامِ شہِ دیں کا اشارا جائے
صفحۂ زیست پہ وہ نقش ابھارا جائے

یقیناً یہ وہی نسخۂ کیمیا ہے جو سقمِ نفوس کے لئے نفحۂ شفا اور مرضِ قلوب کے لئے مجرب دوا ہے۔ اس درِ دولت کی جانب پیکِ تصور بھی متوجہ ہو جائے تو احساسِ رحمت نصیب ہو جاتا ہے:

اپنی آغوش میں لے لیتی ہے رحمت اُن کی
جب بھی طیبہ کی طرف ذہن ہمارا جائے

یہ وہ آستانِ عالی شان ہے جہاں سے کوئی سوالی محروم نہیں لوٹتا اور یہی وہ چوکھٹ ہے جس سے ہر بیکس و بے بس کی امید بندھی رہتی ہے:

کوئی محروم نہیں لوٹتا جس چوکھٹ سے
کیوں نہ دامن اُسی چوکھٹ پہ پسارا جائے

نعت گوئی کا ہُنر ہر کس و ناکس کو میسر نہیں ہوتا۔ نعت گو شاعر جب بارگاہِ نبوت علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں اپنے اشعار کے ذریعہ مدح وثنا کا نذرانہ پیش کرتا ہے تو اس کو اپنے لفظ لفظ میں اس بارگاہِ بیکس پناہ کے ادب واحترام کا پاس و لحاظ ضروری ہوتا ہے کہ مبادا اس سے کوئی لغزش یا سوءِ ادبی کا ارتکاب نہ ہو جائے جو بجائے اجر و ثواب کے باعثِ عتاب و عقاب ہو جائے۔ جنابِ نورالحسن کو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ ہُنر بحظِّ وافر نصیب ہوا ہے۔ وہ جب اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپائے اقدس کی مدحت بیان کرتے ہیں تو نہایت حسین و جمیل پیرایہ میں یوں غزل سرا ہوتے ہیں کہ حرف بعدِ حرف اس خوبصورتی سے ادا ہوتا ہے لگتا ہے حروف نہیں سلکِ زرّیں میں منسلک دُرِ نایاب ہیں جو اپنی چکا چوند سے اردگرد کے ماحول کو تابناک کر رہے ہیں۔ اس دعوی پر دلیل پیش ہے:

روئے زیبا دیکھیے زُلفِ معنبر دیکھیے
پڑ گئے حیرت میں سب حُسنِ پیمبر دیکھیے

کیا تبسم، کیا تکلم، کیا خموشی، کیا خطاب
سربسر ہیں معجزہ میرے پیمبر دیکھیے

پائے نازِ مصطفیٰ میں کیا عجب تاثیر ہے
لے کے بوسہ موم ہوجاتے ہیں پتھر دیکھیے

گفتگو ہے کس قدر شیریں شہِ کونین کی
لوگ پڑھ لیتے ہیں کلمہ بات سن کر دیکھیے

جب بھی کوئی مسئلہ حل ہو نہ پائے آپ سے
رحمۃٌ للعالمیں کا نام لے کر دیکھیے

پہلے صیقل کیجئے دل کو درودِ پاک سے
پھر جمالِ مصطفیٰ سینے کے اندر دیکھیے

جذبۂ الفت ہے میرا یا تخیل کا کمال
اُن کی چوکھٹ پر پہنچ جاتا ہوں اکثر دیکھیے

جنّت الفردوس کا دیدار کرنا ہو اگر
شہرِ طیبہ میں ذرا اک بار جا کر دیکھیے

وہ فرشتوں کی قطاریں وہ کرم کا آبشار
روضۂ سرکار کا پُر نور منظر دیکھیے

نعت میں اندازِ تغزل کو بھی انہوں نے بخوبی برتا ہے۔مثال کے طور پر یہ شعر ملاحظہ فرمائیں:

اُٹھتے ہیں واپسی کے لئے نور کے قدم
شہرِ رسول! ڈال دے زنجیر پاؤں میں

بہر حال میں نے ان تجلیاتِ نور کی کچھ جھلکیاں بالاختصار پیش کرنے کی کوشش کی ہے ۔ مجھے امید ہے کہ قارئینِ "قلزمِ نور" و "سلّموا تسلیما" صفحہ در صفحہ میری اس تحریر سے اتفاق کریں گے اور دعا کرتا ہوں کہ جنابِ نورالحسن نور کے کلام کو درجہ قبولیت عامہ ومقبولیتِ تامہ حاصل ہو۔آمین ثم آمین۔

میں اپنے اس مضمون کو جنابِ نور کے عقیدت سے لبریز منظوم درود وسلام کے چند اشعار پر ختم کرتا ہوں:

سلام اُس پر جو کشورِ دیں کا تاجور ہے
درود اُس پر جو نوعِ انساں کا مفتخر ہے

سلام اُس پر ہے جس کے قدموں میں عرشِ اعظم
درود اُس پر یہ کہکشاں جس کی رہگزر ہے

سلام اُس پر جسے اندھیرے بھی مانتے ہیں
درود اُس پر جو روشنی کا پیامبر ہے

سلام اُس پر جو حُسنِ کردار کا ہے مظہر
درود اُس پر نگاہ جس کی حیات گر ہے

سلام اُس پر ہے جس کی اُلفت متاعِ ایماں
درود اُس پر جو کُن فکاں میں عظیم تر ہے

سلام اُس پر حبیبِ ربِّ کریم ہے جو
درود اُس پر جو خلق کا مطمحِ نظر ہے

سلام اُس پر ہے تاجِ لولاک جس کے سر پر
درود اُس پر جو وجہِ تخلیقِ بحر و بر ہے

سلام اُس پر کہ ماہِ کامل ہے جس کا منگتا
درود اُس پر کہ مہر جس کا گدائے در ہے

سلام اُس پر جو میری شب کو کرے فروزاں
درود اُس پر جو میرا سرمایۂ سحر ہے

سلام اُس پر جو ساتھ رہتا ہے بن کے رحمت
درود اُس پر جو سارے عالم کا چارہ گر ہے

سلام اُس پر جو نور زینت ہے میرے فن کی
درود اُس پر جو میرا گنجینۂ ہُنر ہے

سید وحید القادری عارف

نورالحسن نورؔ ...... بحیثیت نعت نگار

حسن عسکری کاظمی

شاعری میں تخیل کی کارفرمائی اور جذب وکیف کی فراوانی نثرنگاری سے کہیں زیادہ دکھائی دیتی ہے' الفاظ کی ندرت اور اندازِ اظہار کا بانکپن' اسلوب کا رنگ وآہنگ شاعری کو دو آتشہ بنا دیتا ہے۔ جملہ اصناف میں یہی وصف خاص قاری کے دل و دماغ کو مسحور کرنے کا سبب بنتا ہے اور مطلوبہ مقاصد کے حصول میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ صنف نعت میں تخیل اور جذب وکیف کا ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا دوسری شعری اصناف کے لیے لازمی ہے لیکن نعت نگاری میں حزم واحتیاط کے ساتھ باطن کا باوضو ہونا شرط اول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ معیار کی نعت خضوع وخشوع اور ہمہ تن یکسوئی کے ساتھ قرطاس عقیدت پر مرقع خلد بریں کھینچنے کا خیر عمل ہے اور خامۂ مژگاں کو خونِ جگر میں تر کرنے کی وہ منفرد ریاضت ہے کہ شاعر کو توفیق الٰہی کے بغیر یہ تصور نہیں کی جا سکتی۔ اردو نعت نگاروں کی کہکشاں میں الطاف حسین حالیؔ' حسرت موہانی' علامہ اقبال' مولانا محمد علی جوہر' مولانا ظفر علی خان' بیدم وارثی کے علاوہ حفیظ جالندھری' بہزاد لکھنوی' حافظ مظہر الدین' اعظم چشتی اور ماہر القادری کے اسمائے گرامی پورے آب وتاب سے نظر آتے ہیں۔ کاروانِ نعت نگاراں میں وقت گزرنے پر نئے چہرے شامل ہونے لگے۔ ان میں کلیم عثمانی' مظفر وارثی' احمد ندیم قاسمی' وحید الحسن ہاشمی' حفیظ تائب' ریاض مجید' رفیع الدین ذکی قریشی' عبدالعزیز خالد' جعفر بلوچ' راجہ رشید محمود' بشیر حسین ناظم' ریاض حسین چودھری' زاہد فخری' خالد احمد' صادق جمیل' عمران نقوی اور سرور نقشبندی کے علاوہ بہت سے نعت گو شعرا سفرِ عقیدت پر رواں دواں دکھائی دے رہے ہیں۔

ابتدا میں نعت میں صرف عقیدت کا اظہار کیا جاتا رہا جس میں حضور نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شمائل، حسن صورت، سراپا اور انداز خرام کے تذکرے ہوئے پھر معراج کا ذکر آیا۔ معجزات بیان ہوئے اور معراجیہ منظومات تخلیق ہوئیں۔ آپ کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو نعت میں پیش کیا گیا البتہ نعت کے ادبی و علمی نکات اور عصر حاضر کے حوالے سے نئے موضوعات اور حاضری وحضوری کی کیفیات ظاہر ہونے میں کچھ وقت لگا۔

انٹرنیشنل نعت مرکز نے عہد موجود کے نعت نگار شاعروں کے نعتیہ مجموعوں کو شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا اور بہت سے شاعروں سے رابطہ کرنے اور انہیں نعت کی اشاعت میں سہولت بہم پہنچانے کا عندیہ ظاہر کیا کہ جس کے نتیجے میں بہت سے مجموعے منظر عام پر آئے۔ یہ نعتیہ مجموعہ ''گلاب اسم نبیؐ کی خوشبو'' بھی دوسرے شعری مجموعوں کی طرح صوری اور معنوی اعتبار سے ایک منفرد معیار کا حامل ہے۔ سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی کے اس مجموعے کا انتخاب سید محمد مجیب الحسن نوابی عزیزی نے کیا۔ یقیناً یہ انتخاب قارئین کے ذوق مطالعہ کی نذر کرتے ہوئے انہوں نے ہر پہلو کو پیش نظر رکھا ہے کہ آج کل سخن فہم احباب کے معیار فکر و نظر اور عہد موجود کے ادبی رجحان کا لحاظ رکھنا کتنا اہم ہے۔ نعتیہ مجموعوں کی اشاعت میں مسلسل اضافہ اس حقیقت کا اظہار بھی ہے کہ دوسری اصناف شاعری کی طرح صنف نعت بھی عوام میں اپنی مقبولیت کا گراف بلند سے بلند تر دیکھ رہی ہے۔ اردو زبان اپنی ثروت مندی کے اعتبار سے کسی بھی ایشیائی زبان سے کم نہیں خصوصاً مذہبی شاعری کا معیار ابتدا سے آج تک قابل قدر ہے کہ اس میں رثائی شاعری، منقبت نگاری اور نعت نگاری تسلسل کے ساتھ ارتقا پذیری کے عمل سے دوچار ہے۔

جہاں تک ''گلاب اسم نبی کی خوشبو'' کے فنی اور معنوی حسن و جمال کا سوال ہے یقیناً نعت نگار کو زبان و بیان پر عبور ہے اور وہ اپنی لفظیات کی انفرادیت بحال رکھنے میں سلیقہ شعاری سے کام لینا جانتے ہیں۔ ان کی بیشتر نعتوں میں یہ التزام دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ پورے اہتمام سے خوبصورت تراکیب برتنے، محاوروں کا برمحل استعمال کرنے اور روزمرہ کا لحاظ رکھنے پر قادر ہیں۔ نعت نگاری میں فنی تقاضوں کا لحاظ رکھنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا غزل یا

نظم میں پیش نظر رکھا جاتا ہے، جہاں تک حسن عقیدت اور عشق نبی میں سرشاری اور بے اختیاری کا تعلق ہے۔ یہاں بھی نور نوابی ایک عاشق صادق کی طرح دل ونظر کو باوضو رکھنا پسند کرتے ہیں اور کمال بے خودی میں شعور وآگہی کے ساتھ یہ عبادت انجام دیتے ہیں۔ گویا مرصع سازی کے اس نزاکت مآب کارہنر میں انہوں نے اپنی تمام ریاضت کا آب ورنگ نعت ختم المرسلین میں صرف کرنے کا عزم ظاہر کیا ہے۔

اس مجموعے میں چمنستان رسالت میں کھلنے والے پھولوں کی خوشبو کا ذکر کرتے ہوئے جو تلازمات برتے گیے انہیں دیکھتے ہوئے شاعر کی ژرف نگاری سے آگہی ملتی ہے کہ وہ اسلامی تاریخ پر جہاں گہری نظر رکھتے ہیں وہاں ان کی عقیدت ومحبت بھی ظاہر ہو رہی ہے۔ وہ حضور نبی مکرم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھرانے کا ذکر کرتے ہوئے فرط مودت میں جھوم جھوم جاتے ہیں، اسی طرح بہار مدینہ اور گنبد خضرا کی چھاؤں سے ان کی نگاہیں جنت بداماں ہونے لگتی ہیں۔

ذکر گیسوئے مصطفیٰ کے طفیل خوشبوؤں سے فضا معطر ہے
آسماں! آ کے دیکھ ان کی گلی ذرّہ ذرّہ مہِ منور ہے

شہر طیبہ کی ہوا نے جانے کیا آکر کہا!
دل کی کلیاں یوں کھلیں صحن گلستاں ہوگئیں

ہے سائبان امن کی تجھ کو اگر تلاش
دامان پنجتن سے ذرا تو چمٹ کے دیکھ

ان کی یادوں کی خوشبوئیں دل کو معطر رکھتی ہیں
خوشبو خوشبو مہکا مہکا دل کا گوشہ گوشہ ہے

خوشبوئیں در رسول کی یوں مشام جاں میں بس گئیں
ہر نگاہ باصفا ہوئی ہر خیال آئینہ ہوا

شہید کرب و بلا کا صدقہ عطا ہو فانوس رحمتوں کا
ہوائے عصیاں ہے تیز آقا چراغ امید بجھ نہ جائے

تذکار محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سیرت' اخلاق حسنہ' احترام آدمیت' خالق اکبر کی اطاعت اور معاملات زندگی میں راست بازی کا بیان نعت نگاری کے موضوعات ہیں جنہیں آپؐ کے فضائل اور معارف کے حوالے سے سرفہرست رکھا گیا ہے۔ سید محمد نورالحسن نورنوابی عزیزی نے یہ التزام خاص پیش نظر رکھا ہے کہ ''گلاب اسم نبی کی خوشبو'' کو آراستہ اور پیراستہ کر کے حضور سرکار دو عالم کی بارگاہ میں پیش کیا جائے' ایک عاشق رسول یہی کچھ کر سکتا ہے کہ وہ کمال عقیدت کے ساتھ عجز وانکسار کا مظاہرہ کرتے ہوئے تحفۂ نعت کوزۂ حرف میں لائے اور ممدوح خدا کے حضور رکھ دے اور اس حوالے سے اپنی مغفرت کا سامان بہم پہنچائے یقیناً آقائے دو جہاں کی ثنا خوانی کا حق ادا کرنا ممکن نہیں' البتہ اپنی بقا وسلامتی اور عزت وتوقیر میں اضافہ یقینی امر ہے۔

زبان ناخن پاکی ثنا سے قاصر ہے
کہاں مجال کہ شرح صفات و ذات کرے

روشن ہیں چاند نعت کے میری زبان پر
پھر کیوں نہ تذکرے ہوں مرے آسمان پر

جنوں کو حاجت نہ جاہ کی ہے نہ عظمتوں کی کلاہ کی ہے
لباس عشق رسول دینا غبار طیبہ کی شال دینا

نعت نگاری میں اوصاف پیمبر کا بیان اور اس کے ساتھ آپ کے خانوادۂ محترم کی قربانی اور امتحان کا ذکر لازمی ہے۔ بعض کم نظر نعت میں صرف اور صرف حضور کی بات کرنا ہی کافی خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ درود پاک میں آل رسول شامل ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ پر دم بریدہ درود مت بھیجو مکمل درود میں آل محمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی شمولیت واجب ہے۔ اگر حضور کے نعلین کا ذکر نعت میں آ سکتا ہے تو حسنین شریفین کا ذکر کیسے نہیں آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ نورالحسن نور نے آپؐ کے اہل بیت کا ذکر نعت کی زینت بنا کر پیش کیا ہے۔ یہ وہ روایت ہے جس پر بیدم وارثی نے یہ کہہ کر عمل کیا کہ

بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات
خیرالنسا حسین و حسن مصطفیٰ علی

''گلاب اسم نبی کی خوشبو'' میں ان تمام عظیم المرتبت ہستیوں کا ذکر موجود ہے۔ نورالحسن نور کے دل میں نور محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھیلا ہوا ہے۔ وہ راہ ہدایت پر قائم ہیں کہ وہ جاں نثاران مصطفیٰ کی معرفت رکھتے ہیں۔ امام عالی مقام سید الشہداء مظلوم کربلا نے دین مصطفیٰ کی کشتی کو بھنور سے نکالا۔ یہ حضور کی پیش گوئی تھی کہ حق وباطل کا معرکہ بپا ہوگا اور ان کا نواسہ بقائے حق کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر کے رضائے حق حاصل کرے گا۔

نیزے پہ سر کو رکھ کے یہ شبیر نے کہا
ہونے نہ دیں گے باطل و حق میں ہم اختلاط

یہی وہ غم ہے جو ہر غم سے بخشتا ہے نجات
نبی کی آل کا سینے میں اپنے غم رکھیے

پاؤں حسنین کریمین جو آکر رکھ دیں
میرا چھوٹا سا مکاں باغ ارم ہو جائے

حاصل جسے قرابت زہراؓ کا ہے شرف
کرتی ہے رشک خلد بھی اس خاندان پر

نور اولاد سرکارؐ کا
ہر گھڑی تذکرہ کیجیے

یاد زہرا و علی شبرؑ و شبیرؑ کی آئے
مجھ کو اکثر ترے گلزار کی یاد آتی ہے

حسین کہتے ہیں پہچانو مرتبہ میرا
رسول پاک نے خود کی ہے تربیت میری

پھر مجھ کو زندگی کے اندھیروں کا خوف کیا
ہے جب وہ ماہ پارۂ حیدر مری طرف

ان کی نوازشیں ہیں وہ جس کو عطا کریں
ہر علم کی کلید ہے شیر خدا کے پاس

گویا نعت میں منقبت کا حسین امتزاج بھی حضور کے اوصاف حمیدہ کو نمایاں کرتا ہے۔اسی طرح آپ کے فقر وغنا' سادگی و بے نیازی اور دنیا کے جاہ وحشم سے بے رغبتی اختیار کرنے کا مقصود کائنات پر اپنے تصرفات نیز خالق کائنات کی رضا جوئی کا اظہار ہے۔

حضور پر نور کی معراج عالم انسانیت کا فخر ہے کہ آپ لامکاں کی رفعتوں پر قدم فرما ہیں مگر بندگان خدا کا قرب اور ان کی طرح خاک نشینی ہی عزیز رہی۔سید نورالحسن نور نے کمال عقیدت کے ساتھ ان موضوعات کو نعت میں شامل کیا ہے۔

ٹوٹی چٹائی مسند سرکار ہے مگر!
لپٹی ہوئی ہے رفعت افلاک پاؤں میں

یہ چاند تارے دیکھ کے ہوتا ہے یہ گماں
سرکار کے نقوش قدم ہیں خلاؤں میں

عرش ہے جن کی مسند عظمت
دل ہمارا انہیں کا منبر ہے

ہراوج کا سر جھکتا ہے شاہا ترے آگے
کوئی بھی تو لگتا نہیں اونچا ترے آگے

معراج تری ہے مرے ادراک سے باہر
معراج مری' خاک میں ملنا ترے آگے

اس مجموعۂ نعت میں مختلف بحور برتی گئیں جو شاعر کی فنی مہارتوں پر دلالت کرتی ہیں' سہل ممتنع کی امثال اور مختلف قادر الکلام شاعروں کی زمین میں شعر کہنے میں سید نور الحسن نور کا انداز اظہار ان کی اپنی شخصیت اور پسند و ناپسند کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انہوں نے خواجہ میر درد' میر تقی میر' مرزا غالب اور شکیب جلالی کے علاوہ چند دوسرے معروف شعراء کا تتبع کرتے ہوئے نعت نگاری کا ڈول ڈالا' وہ غزل کے شعراسے اپنی ارادت کا اظہار کرتے ہوئے نعت کہنے کی خاطر ان کی زمین برتنے پر آمادہ نظر آئے جو ان کی وسعت نظری اور وسیع المطالعہ ہونے کا ثبوت ہے۔ انہوں نے نعت میں تغزل کا رنگ' جیسے نزاکت خیال' دردمندی' ریزہ خیالی' تراکیب لفظی اور حسن غلو سے کام لیا۔

کیسے پہنچوں طیبہ تک
ٹوٹا میرا شہر ہے

حیراں ہوں کیسے ذکر حبیب خدا کروں
دریا کے سامنے نہیں قطرے کی کچھ بساط

سرکار کے آنے سے ہوا کام مکمل
" آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا"

اے نور وہ آجائیں تو آسان ہو منزل
دم آنکھوں میں اٹکا ہے چراغ سحری کا

جب نبی کے عشق کی شمعیں فروزاں ہو گئیں
آندھیاں فانوس بن کر خود نگہباں ہو گئیں

تو سید کونین ہے تو رحمت کل ہے
سلطان زمانہ بھی ہے منگتا ترے آگے

اے چہرۂ والشمّس پیمبر تری تنویر
ٹھہرا نہ کوئی ایک بھی چہرا ترے آگے

آسیب آرہے ہیں تو آنے دو سامنے
نام نبی کا تیر چڑھا ہے کمان پر

بہر حال یہ مجموعۂ نعت بھارت میں مدحت نگاری کے منفرد اسلوب کا آئینہ ہے اور ہمہ پہلو فنی اور معنوی خصوصیات کا حامل ہے اور اس کی پذیرائی کے روشن امکانات موجود ہیں کہ نور الحسن نور نے شاداب ساعتوں میں نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی بے پایاں محبتوں کی خوشبو پھیلانے کا اہتمام کیا ہے۔

حسن عسکری کاظمی

آسمان شعروسخن کا ایک تابندہ ستارہ
(سید نورالحسن نور)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت سرائی، سنت الٰہی ہے. نعت گوئی ایک مبارک و مسعود صنف ہے جس کی توفیق فضل الٰہی سے خوش نصیب افراد ہی کو ملا کرتی ہے. اردو شعرو ادب کی تاریخ میں سینکڑوں شعرا ایسے گذرے ہیں جنھوں نے نعت گوئی کو اپنے فکروفن کے اظہار کا ذریعہ ووسیلہ بنایا اوراس کے صلے میں دربار رب العزت سے انعام واکرام کا تمغہ حاصل کیا اور دین ودنیا کی سعادتوں سے ہمکنار ہوئے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نعت ایک دشوار ترین فن ہے. اس پر خار وادی میں چلنے کے لیے بڑی حوصلہ مندی اور سلیقے کی ضرورت ہے. اس دشوار گزار اور پر خطر شاہراہ کو عبور کرنے کے لیے شاعر کو سینے کے بل رینگنا پڑتا ہے، تب کہیں جاکر منزل تک رسائی ہوتی ہے۔

نعتیہ کلام موزوں کرنا بجائے خود ایک مشکل امر ہے اور وہ بھی غالب کی زمین میں نعت گوئی کے گل بوٹے کھلانا، یہ تو اس سے بھی زیادہ دشوار اور زہرہ گداز کام ہے اور یہ کام کوئی ماہر استاد اور قادر الکلام شاعر ہی کرسکتا ہے. مقام مسرت ہے کہ فتح پور، یوپی جیسی علمی وادبی اور روحانی سرزمین سے تعلق رکھنے والے عظیم نعت گو شاعر اور خانقاہ نوابیہ، فتح پور کے چشم و چراغ استاذ الشعراء، ادیب عصر جناب سید نورالحسن نور نوابی عزیزی زید علمہ نے اپنی مہارت فن کا ثبوت دیتے ہوئے غالب کی زمین میں عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ و

سلم سے لبریز نعتیہ کلام تخلیق کر کے ایک عظیم ادبی کارنامہ انجام دیا ہے، جس کے لیے وہ پوری دنیائے شعر و ادب کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

شاعر کا اصل تعارف تو زیر نظر مجموعہء کلام " ثنا کی نکہتیں" پیش کرے گا. میں یہاں سر دست صرف اتنا عرض کروں گا کہ سلسلہء نعت گوئی کی وہ سنہری کڑیاں جو شعر و ادب کے نظامِ شمسی میں آفتاب و ماہتاب کی طرح درخشندہ و تابندہ ہیں، ان میں ایک اہم اور قابلِ قدر نام ممتاز شاعر، ادیبِ ذی وقار جناب سید نور الحسن نور نوّابی عزیزی دام ظلّہ کا بھی ہے. آپ محض شاعر ہی نہیں، بلکہ شاعر گر ہیں. آپ کے دبستانِ فکر و فن سے اکتسابِ فیض کرنے والے شعراء کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔

آج کے ادبی حلقے میں جب کہ غزل اپنی تمام تر رعنائیوں اور دلفریبیوں کے ساتھ ارتقائی مراحل طے کر رہی ہے اور غزل کا جادو سر چڑھ کے بول رہا ہے، ایسے میں سید نور صاحب ادب کے جزیرے میں نعت گوئی کی نئی بستیاں آباد کر رہے ہیں اور نئے رنگ و آہنگ کے ساتھ اس صنف کو پروان چڑھا رہے ہیں۔

جناب سید نور الحسن نور صاحب کی تہہ دار فکر و شخصیت میں علم و فن اور شعر و سخن کی تمام تر رعنائیاں اور ادبی خوبیاں موجود ہیں ۔ان کی شاعری، ایک کامیاب اور باکمال شاعری کا نمونہ ہے ۔نعتیہ شاعری ان کا خاص میدان ہے، جس میں وہ ایک قادر الکلام نعت گو شاعر کی حیثیت سے اپنی فتح و نصرت کا پرچم لہراتے ہوئے مسلسل آگے بڑھتے جا رہے ہیں اور اپنے معاصر شعراء کو پیچھے چھوڑتے جا رہے ہیں۔ مطلعِ نور، قلزم نور اور غالب کی زمین میں مجموعہ نعت" ثنا کی نکہتیں" ہمارے دعویٰ کی روشن دلیل ہیں ۔علاوہ ازیں شاعر موصوف نے شاعری کی مختلف اصناف مثلاً: غزل، نظم، رباعی، قطعہ، منقبت اور سلام وغیرہ میں بھی طبع آزمائی کی ہے ۔لیکن نعت گوئی میں وہ سب سے ممتاز اور منفرد حیثیت رکھتے ہیں ۔آپ نے پیارے نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نئے

رنگ و آہنگ کے ساتھ نعتیہ کلام زیبِ قرطاس کر کے نعتیہ شاعری کو ایک نیا رخ عطا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شعری و ادبی حلقے میں" شاعرِ جدّت طراز" جیسے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ کا نعتیہ کلام عشق و عقیدت سے لبریز ہوا کرتا ہے اور قارئین و سامعین پر ایک عجیب دلکش اور روحانی کیفیت طاری کرتا ہے۔ عشق رسول کی حلاوت، زبان و بیان کی چاشنی، طرزِ ادا کا نیا پن اور شیفتگی و ربودگی، ان کے کلام کی سطر سطر سے مترشح ہوتی ہے۔ قلبی احساسات میں آپ کی والہانہ وارفتگی اور فدا کارانہ سرمستی کو دیکھ کر دنیائے اردو ادب نے آپ کو "استاذ الشعراء" اور" سید الشعراء" جیسے بھاری بھرکم خطاب والقاب سے سرفراز کیا ہے۔

حاصلِ کلام یہ کہ زیرِ نظر مجموعہ" ثنا کی نکہتیں" میں عقیدے وعقیدت کے ساتھ ساتھ، اعلیٰ فکر و تخیّل، معنیٰ آفرینی، نُدرتِ اظہار، طرزِ ادا کا بانکپن، ترکیب سازی، پیکر تراشی اور صنائع و بدائع جیسے قیمتی موتی بکھرے نظر آتے ہیں اور قارئین کو تسکین قلب و روح کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ اور یہ چیزیں آپ کے ماہرِ شعر و فن اور قادر الکلام شاعر ہونے پر دال ہیں۔ یہ علمی و ادبی جواہر پارے اہلِ نقد و نظر کو دعوتِ مطالعہ دیتے ہیں۔
جناب نور کی فکری پختگی اور شعری و فنی مہارت کو اہلِ نظر یقیناً بہ نظرِ استحسان دیکھیں گے۔
اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر سے نوازے اور ثنائے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام میں ہمیشہ ان کے خامۂ فکر و فن کو صبا رفتار بنائے رکھے۔ آمین۔

پروفیسر بدرالدین شبنم

سابق پروفیسر بھاگلپور یونیورسٹی، بھاگلپور، بہار

"گلاب اسم نبی کی خوشبو" ایک اسم بامسمٰی مجموعہ

الحمدللہ کہ نعت گوئی محض طبع آزمائی اور ذہنی وفکری زور آزمائی اور شعوری کرشمہ سازیوں کی مظہر زبان دانی اور لفظی و معنوی آرائش نگاری نہیں بلکہ یہ توصیف پیمبر توفیق خداوندی ہے۔یعنی ادبی شعور کا باکمال مظاہرہ کرتے ہوئے عقیدت واحترام کی انتہا کو چھو لینے کی سعی ناتمام۔نعت گوئی کے عنوانات جلی ہیں۔

سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی نے نعت گوئی کا نہایت پاکیزہ، روحانی اور وجدانی مشغلۂ حیات اختیار کرتے ہوئے وہ باوقار مقام حاصل کیا ہے۔جس کا اللہ تعالیٰ نے شافع روز جزا کی شان بلند کرتے ہوئے حکم دیا۔لہٰذا عمومی شاعری کا وصف یہی ہے کہ مجازی محبوب کے بارے میں اس کی توصیف کے بیانیے میں مبالغہ آرائی ہوجائے جبکہ محبوب حقیقی کی جتنی بھی شان کوئی بڑے سے بڑا نعت گو بیان کرے۔آپ کے مرتبے کا احاطہ نہیں کرسکتا۔بلاشبہ نعت کا مفہوم اہل لغت کے نزدیک ان اچھی صفات، عادات وخصائل اور محامد کا بیان کرنا ہے جو خلقتاً وطبعاً کسی شخص میں پائی جائیں۔یہی وجہ ہے کہ نعت کا لفظ حضور پرنور کی ذات اقدس کی تعریف وتوصیف کے لیے مختص ہوگیا ہے لہٰذا نعت کا بیان روز اول سے لے کر آج تک مسلسل ومتواتر جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔لہٰذا قابل صد افتخار ہیں۔وہ اصحاب جید مقام جو سنت خداوندی یعنی نعت گوئی میں اپنی ذہنی وقلبی نیکیوں کا حصہ ڈال رہے ہیں اور رب کائنات کی تحریک نعت کے فروغ میں اپنی بہترین بے لوث اور نہایت پاکباز صلاحیتوں کا مخلصانہ اظہار کررہے ہیں۔حضرت احسان دانش فرماتے ہیں۔

”نعت گوئی میں جذبات کے اظہار کا ایسا لمحہ آتا ہے کہ کائنات میں دل کی دھڑکن

کے سوا کوئی آواز نہیں آتی۔ اگر آنسو بھی گرتا ہے تو پہروں روح میں اس کی جھنکار گونجتی رہتی ہے۔ اس وقت انسان اور خدا لسانی طور پر ایک سطح پر آجاتے ہیں کیونکہ جب کوئی درود پڑھتا ہے تو خدا فرماتا ہے کہ میں بھی درود پڑھتا ہوں۔ دوسرے لفظوں میں نعت کو پیرایہ درد بھی کہا جا سکتا ہے''۔

سید نور الحسن نور نوابی عزیزی نے اپنے مجموعۂ نعت ''گلاب اسم نبی کی خوشبو'' میں ایسا شاندار پیرایہ درد اختیار کیا ہے کہ حرمت نعت کے قدم قدم پر سوتے پھوٹتے اور خوشبوئے نبوت کے چمنستان کھلتے اور اپنی بہار آفرینی کے دلفریب نظارے پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ ''گلاب اسم نبی کی خوشبو'' کا عنوان ہر لحاظ سے اسم با مسمّٰی قرار پاتا ہے کہ ہر شعر خوشبو بکھیرتا' قلوب کو طہارت عطا کرتا اور ذہن میں پاکیزہ وسعتیں اتارتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر شے کے بنانے میں سلیقے اور معیار کو برقرار رکھنے کا حکم عطا کرتا ہے تو غیر مادی اور آفاقی قدروں کے ہنر شاعری میں نہ تو فکری کجی پسند فرمائے گا اور نہ ہی بیان میں جھول کو سندِ قبول سے نوازے گا۔ الحمد للہ سید محمد نور الحسن نور نے اپنے اشعار نعت میں کہنے کا سلیقہ اور معیار پوری طرح ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ مصرعوں میں ربط با کمال ہے۔ شعری قرینوں کو برتنے میں نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ شعر کی سب سے بڑی خوبی یہ مانی گئی ہے کہ لوازمات شعر کا اہتمام کسی سقم کا شکار نہ ہونے پائے۔ ''گلاب اسم نبی کی خوشبو'' کے ہر شعر میں یہ سلیقۂ ربط اور لوازمات شعری کا با کمال اہتمام کسی مقام پر بھی اضمحلال کا شکار نہیں ہوتا۔ ان کی مقدس نعتیں حسن بیان کا شاہکار ہیں۔ ادبی نفاستوں اور علمی رفعتوں سے مالا مال ہیں۔ عموماً نعتیہ مجموعوں میں یہ خوبیاں کم سے کم نظر آتی ہیں۔ لیکن سید محمد نور الحسن نور کے اشعار نعت ادب عالیہ کے مسلمہ معیارات سے ہم آہنگ ہیں۔

ان کا حمدیہ شعر ملاحظہ ہو۔

صحن گلزار نفس تیری نمو سے تازہ
کوچۂ فکر و تخیل میں ہے نزہت تیری

یہی نزہت آگے چل کر نعت کے اشعار میں بھی عطر بیزی کرتی ہے۔ میں نے بلا مبالغہ ان کے اشعار کو ان ادبی، علمی اعزازات سے اس قدر سرفراز دیکھا ہے کہ لامحالہ سبحان اللہ، سبحان اللہ سے زبان لطف اندوز ہونے لگتی ہے۔

نعت کہنے کے لیے کیا شاندار دعائیہ طلب کی ہے۔

تمنا نہیں سونے چاندی کی مجھ کو
مجھے علم و عرفاں کے تازہ ثمر دے

لبوں کا تبسم نہ اک پل ہو رخصت
الٰہی! کرم جو تیرا نام کر دے

''گلاب اسم نبی کی خوشبو'' کے اشعار ایسے جذبات سے عبارت ہیں جو خلوت میں جلوت کے مزے دلاتے ہیں۔ خیال کو عمل کے سانچے میں ڈھالتے ہیں۔ اس کے لیے شاعر نے ایسا اسلوب اور قرینہ اختیار کیا ہے جو یقیناً رحمت عالم کو پسند آئے گا اور ان کی شفاعت کا حقدار بنانے میں پیش پیش ہوگا۔ ان کے اشعار میں وجدانی کیفیت اس قدر زیادہ ہے کہ وارفتگی اور سرشاری کی کیفیتیں ہر آن پھلتی پھولتی اور لطف و سرور سے ہم کنار کرتی ہیں۔

خامۂ عشق مصطفیٰ مجھ پہ جو مہرباں ہوا
دل کے ورق پہ لکھ دیا صل علیٰ محمدٍ

باغ تخیلات میں جھوم رہی ہیں نکہتیں
پڑھتا ہے کوئی برملا صل علیٰ محمدٍ

''گلاب اسم نبی کی خوشبو'' کے اشعار پڑھتے جائیں تو احساس ہوتا ہے کہ شاعر کا

جذبۂ صداقت مروج لفظوں میں اپنے وجدان کی تپش کو اس طرح سمو دیتا ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ لفظ اسی لیے تراشے گیے ہیں۔ الفاظ کی مشک باری گردونواح کو بھی مہکا دیتی ہے۔

روشن ہیں چاند نعت سے میری زبان پر
پھر کیوں نہ تذکرے ہوں مرے آسمان پر

میرے نبی کی نوازشو! بس ہے اتنی فریاد تم سے میری
دعا کے گل کو اجابتوں کے در مقدس پہ ڈال دینا

سید محمد نورالحسن نور نے شروع سے آخر تک اپنے ہر شعر کو توازن، اعتدال اور سلیقے سے ہم کناری کا شرف بخشا ہے۔ کوئی بھی شعر غیر ہموار اور غیر متعدل نہیں۔ میری معروضات کا ہرگز یہ مدعا نہیں کہ میں ان کے ہر شعر نعت کا تجزیہ کروں بلاشبہ یہ نعتیہ مجموعہ مخزن معرفت ہے۔ منبعِ حسن نبوت ہے۔ شاہکار علم وادب ہے۔ لہٰذا میں مجموعی طور پر حضرت نورالحسن نور کو بصمیم قلب ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ ان کی یہ کاوشِ دل آویز ان گنت طبع ہونے والے نعتیہ مجموعوں میں اونچا مقام رکھتی ہے۔ یقیناً نعتیہ ادب میں اس کی اشاعت نہایت خوش آئند ہے۔

گلاب اسم نبی کی خوشبو
نکھارتی ہے ریاض ہستی

سید ریاض حسین زیدی
(صدارتی ایوارڈ یافتہ)

''دریچۂ نور'' (مجموعۂ نعت) : ایک تجزیاتی مطالعہ

پروفیسر محمد عبدالحمید اکبر

صوفی باکمال حضرت سید نوّاب علی شاہ صاحب علیہ الرّحمہ ''خانقاہِ نوابیہ ابوالعلائیہ'' قاضی پور شریف ضلع فتح پور ہسوہ یوپی کے بنیاد گزار رہیں۔ اس خانقاہِ عالیہ سے ہزاروں عقیدت مند وابستہ ہیں۔ خانقاہی تعلیم و تربیت کے علاوہ حضرت صوفی سید نواب علی شاہ صاحب علیہ الرّحمہ عشق رسول کی دولتِ لازوال اور نعت رسول کا ذوق بے مثال بھی رکھتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ رہی ہے کہ ان کے تینوں فرزندان بھی عشق رسول کی دولت سے فیض یاب ہیں۔

فرزند اول حضرت صوفی سید محمد عزیز الحسن شاہ نوابی (مدّ ظلّہ العالی) اپنے والدِ بزرگوار کے جانشین اور سجادہ نشین ہیں۔ جن کے یہاں نعت و مناقب کے علاوہ غزلیات کا بھی ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہے۔

دوسرے فرزند حضرت سید محمد نور الحسن نورؔ صاحب نوابی عزیزی نعت گوئی کے فن میں کمال رکھتے ہیں۔ اپنے نام کے ساتھ ''نوّابی'' کا لاحقہ والدِ بزرگوار سے نسبت کو ظاہر کرتا ہے جبکہ ''عزیزی'' کا لفظ اپنے برادرِ بزرگ سجادہ نشین آستانۂ عالیہ نوابیہ صوفی سید محمد عزیز الحسن شاہ صاحب کی نسبت کو واضح کرتا ہے۔ حضرت نورؔ کے اب تک کوئی نَو مجموعۂ ہائے کلام شائع ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں اور اربابِ علم و فن سے داد و تحسین بھی حاصل فرما چکے ہیں۔ آپ کا پہلا مجموعہ ''وسلموا تسلیما'' کے زیر عنوان شائع ہوا۔ اس کے بعد نعتیہ کلام کے تین مجموعے، نعت و مناقب کے تین مجموعے اور استاذ الشعراء مرزا غالب کی زمین میں نعتوں کا مجموعہ بنام ''ثنا کی نکہتیں'' پیش کر کے شاعری کے فن میں کمال دکھایا ہے۔ آپ اپنی نعت و مناقب گوئی کو اپنے

والد گرامی کی خاص عنایت و توجہ اور فیض کا ثمرہ قرار دیتے ہیں۔ والدِ بزرگوار کی نعتیہ فکر اور اس کے فیضان سے متعلق حضرت نورؔ یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

تخصیص یہ ہے حضرت نواب شاہ کی
ان پر فدا زمانہ ہے وہ ہیں فدائے نعت

نواب شاہ مُرشد عالی کی ذات سے
نعتِ نبی کا فیض پہنچتا ہے نورؔ تک

سلسلۂ نوابیہ کے فرزندِ سوم سید محمد مجیب الحسن نوابی عزیزی (حفظہ اللہ تعالیٰ) ہیں جو نوعمری سے ہی نعت و مناقب گوئی کر رہے ہیں ماشاء اللہ حال ہی میں ان کا نعت و مناقب کا مجموعہ ''بام ایجاب'' شائع ہوکر زینت ادب بنا ہے، سید محمد مجیب الحسن مجیبؔ فروغ و اشاعت نعت کی کاوشوں میں اپنے برادر اکبر سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی کے مددگار اور شریک کار ہیں۔

چند روز قبل احقر کو دریچہ نور کا مسودہ موصول ہوا" دریچۂ نور'' کے تخلیق کار حضرت سید محمد نور الحسن نورؔ نوابی عزیزی نے اپنے اس تازہ ترین مجموعۂ نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے مختلف نورانی گوشوں کو اُجاگر کیا ہے۔ یہ مجموعہ بلاشبہ منبع کائنات وجہ وجود کائنات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدتوں اور محبتوں کے دل آویز رنگوں اور مسرور کن خوشبوؤں سے معمور و مُزین قلوب کی بستیوں کو آباد اور شاداب کرتا نظر آتا ہے۔

عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک شہر رسول مدینۂ طیبہ اور روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضری اور زیارت کی خواہش سے کسی مسلمان کا دل خالی نہیں ہے۔ یہ تمنا ایک مستقل تشنگی برقرار رکھتی ہے۔ جس نے بھی ایک بار زیارت کر لی وہ بارِ دیگر بھی بلکہ بار بار حاضری کا خواہش مندر ہتا ہے۔ حضرت علامہ عبد الرحمن جامیؔ کے بقول" خُدایا ایں کرم بارِ دگر کن" اور جو ابھی تک اس سعادتِ کریمہ سے محروم ہے اس کی طلب اور تڑپ کا کیا پوچھنا۔ نعت کہنے والوں کے یہاں اس طرح کی آرزوؤں کا اظہار نئے اور خوبصورت انداز میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ دیکھیے کہ حضرت نور کے یہاں مدینہ پہنچنے کی تڑپ کا اظہار کس خوبصورتی کے ساتھ ملتا ہے۔

سرکار کب بلائیں گے اپنے دیار میں
دن کاٹتا ہوں اپنے اِسی انتظار میں

آخری سانسوں کی ساعت بخش دے ربِ کریم
گنبدِ خضریٰ کو دیکھوں یہ دُعا کرتے ہوئے

جا رہا ہوں سوئے طیبہ کر کے آنکھیں آبشار
اپنی اک اک سانس کو مدحت سرا کرتے ہوئے

جو میری خاک مری آرزو کے ہاتھ آجائے
تو خاکِ راہِ مدینہ میں اِنضمام کروں

یہ آرزو ہے نعتوں کے تحفے لے کر میں جاؤں
اللہ مجھ کو جب بھی بُلائے ان کی گلی میں

نسبت ہو جس کو کوچۂ خیر الانام سے
مدفن کے واسطے وہ زمیں چاہیے مجھے

مدتیں گذریں اِدھر کوئی نظر اُٹھتی نہیں
شاخِ گل، شاخِ تمنا کو بنادے یا رب

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی اور فراخ حوصلگی صنفِ نعت میں اپنی بہار دکھاتی ہے۔ہم سب کا یہ شب وروز کا مشاہدہ ہے کہ دُنیا کے ہر حصے پر مفلسی کے بادل چھائے دکھائی دیتے ہیں ان حالات میں آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وجود وسخا کائنات میں بے مثال ہیں۔مشکوٰۃ شریف کی حدیث پاک جسے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی اور عطاؤں کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ کبھی زبانِ فیض ترجمان سے کسی سائل کے لیے بھی ''نہیں'' کا لفظ نہیں نکلا۔اسی طرح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے بڑھ کر فیاض تھے رمضان شریف میں تو معمول سے کہیں زیادہ فیاض ہوجاتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جود وسخا اور لطف وعطا کی یہ کرنیں اس قدر دِل آویز ہیں کہ شعرائے کرام نے نعت کو ان کرنوں سے منور کیا ہے۔ امام نعت گویاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا شعر ملاحظہ کیجیے:

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

ضیا محمد ضیا نے کچھ یوں کہا ہے:

بحرِ کرم ہیں چشمۂ جود و سخا ہیں آپ
کانِ عطا ہیں ، فیض کا مصدر ہیں مصطفیٰ

سخاوت، جود وعطا اور لطف وکرم کے یہ درخشاں زاویے حضرت نوریؔ کے یہاں ان کے اپنے اسلوب میں کس طرح دل ربا بن جاتے ہیں شعر ملاحظہ ہوں:

ابرِ لطفِ شہِ کونین جو کُھل کر برسا
پل میں سیراب مری جوئے نوا ہوگئی ہے

یعنی شہِ کونین کی لطف وعنایات جب جب بھی ابر کرم بن کر شاعرِ خوش نوا حضرت نوریؔ پر برسی ہیں تب تب ہی انکی شعری نوا یا شعری حِس کا دریا خوب خوب سیراب ہوتا رہا ہے۔

درِ آقا پہ چلو مانگنے بخشش کے گہر
دوستو! تم سے اگر کوئی خطا ہوگئی ہے

نوریؔ یہ رحمتِ آقا کے سوا کچھ بھی نہیں
بارآور جو مری شاخ ثنا ہوگئی ہے

مجھ پر ہے مہرباں، مری جانب ہے مُلتفت
اے نوریؔ مدحِ شاہِ رسولاں، زہے نصیب

مجھ سے دور دور ہے الم جب سے رحمتِ نبی ہوئی
انوار و کرم کی بارشوں سے بھیگا ہے مرے خیال کا گھر
اُن کے آبِ لطف کے طفیل میری شاخِ دل ہری ہوئی

آبِ کرم مدینے سے ملتا ہے ان کو روز
روشن ہیں میری شاخِ تمنا کے سب گلاب

اے منظرِ دیارِ نبی تیرے فیض سے
میری بساطِ جاں کی فضائیں ہیں پُر شباب

یہ ترا کرم ہے آقا یہ تری عنایتیں ہیں
تری نعت کی جو خدمت ترے نوریؔ کو ملی ہے

نعت کے معروف موضوعات پر حضرتِ نوریؔ کی خامہ فرسائی قابل صد ستائش ہے۔

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے موقع بموقع معجزات سے سرفراز فرمایا تھا لیکن ہمارے آقا و مولیٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی ہی معجزہ تھی۔ اللہ رب العزت نے ’’معراج‘‘ کا جو شرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا وہ کسی اور نبی کو عطا نہیں فرمایا۔ اس سلسلے میں کئی ایک اشعار، مثنویاں، معراج نامے لکھے گئے اور آج بھی ہر نعت نگار کسی نہ کسی طور پر معراج کے موضوع پر شعر ضرور کہہ دیتا ہے۔ حضور نور الحسن نوریؔ نے بھی "معراج مصطفیٰ" پر شعر کہے ہیں۔

سرکار ہیں حبیب ، بُلایا ہے قرب میں
موسیٰ کلیم تھے تو بلایا تھا طور تک

بھٹک رہا ہے عبث چاند کی فضاؤں میں
مدینہ جا کے ہی معراجِ آدمی ہوگی

جو رسول کی سواری سوئے لا مکاں چلی ہے
تو فلک ٹھہر گیا ہے تو زمین رُک گئی ہے

اختیاراتِ مصطفیٰ

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اختیارات عطا کیے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے کہ "اللہُ یُعْطِیْ وَ اَنَا قَاسِم" یعنی اللہ عطا کرتا ہے اور مَیں تقسیم کرنے والا ہوں۔ کائنات میں جس کو جو کچھ ملتا ہے وہ سب رسولِ پاک کے صدقے میں ملتا ہے۔

حضرت نورؔ نے مصطفیٰ کریم کے اختیارات کا شعری اظہار کچھ اس طرح کیا ہے۔

یہ بات بھی ہے ان کی حدِ اختیار میں
وہ چاہ لیں تو پھول کِھلیں ریگ زار میں

بروزِ محشر وہ جس کے بارے میں جو بھی کہہ دیں گے وہ ہی ہوگا
نجاتِ ہر اُمتی کا ضامن قسم خدا کی دہن ہے ان کا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت

نعت گوئی کی اولین شرط آقائے نام دار صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور عقیدت ہے۔ حضرت نورؔ شریعت و طریقت کے رمز شناس ہیں اور بخوبی جانتے ہیں کہ حُب نبی کے بغیر دُنیا و آخرت کی نعمتوں کا حصول ناممکن ہے بقول کسے :

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اِسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے بھی خوب کہا ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لَوح و قلم تیرے ہیں

''دریچۂ نورؔ'' میں بھی ایسے اشعار مل جاتے ہیں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے شفاعت و نجات کے یقین کا اظہار ہوتا ہے۔ شعر دیکھیے :

مجھ کو غلام کہہ دیا اپنا حضور نے
آخر ہوا نجات کا ساماں زہے نصیب

نعت گوئی شفا کی ضامن ہے
مِرا ایمان کہہ رہا ہے یہی

گل شہر نبی کے؟ کیا کہوں میں
پتھر بھی وہاں کا خوب رو ہے

نعت نبی کا ساتھ ہمیں مل گیا تو پھر
تنہائیوں میں رہنے کا احساس مَر گیا

تصورات و خیالات پر ہی بس تو نہیں
یہ میری جان بھی سرکار آپ ہی کی ہے

صرف میرا نہیں آسمان و زمیں سب کا ہے فیصلہ
راحتِ قلب ہے تیرے رُخ کی ضیا اے مرے مصطفیٰ

اہلِ بیت کرام سے محبت

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حکم قرآنی "المودۃ فی القربیٰ" کے تحت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں یعنی اہل بیت کرام کا بے حد احترام کرتے تھے ۔آئمہ شریعت وطریقت نے بھی اہل بیت کرام کے اعزاز واکرام میں کبھی کوئی کمی نہیں کی۔ شمائلہ صدف عزیزی کے بموجب حضرت نورالحسن نورؔ کے والدِ گرامی" فنا فی المودۃ" تھے۔ اہل بیت سے وابستگی ،سلامتی ایمان کی ضمانت ہے۔حضرت نورؔ بھی اہل بیت کی محبت میں کس قدر سرشار رہتے ہیں شعر ملاحظہ ہوں :

سَر پھرے طوفان خود میری مدد کو آئیں گے
جِس گھڑی لب پر مرے نادِ علی آجائے گی

جو فاطمہ کے درِ ناز پر جبیں رکھ دے
تمام دولتِ تطہیر اس کلی کی ہے

اے رحمتِ تمام مدد بہر فاطمہ
تنہا ہوں اور غم کا ہے اک دشتِ بے کنار

غلامیِ رسول پر احساس تفاخر :

قرآنِ حکیم میں ارشادِ خداوندی ہے "قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ"

(سورہ زمر آیت 53)

یعنی (اے محبوب) فرمادیں کہ میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا تھا کہ ''قَدْ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکُنْتُ عَبْدَہٗ وَخَادِمَہٗ'' یعنی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھا پس میں آپ کا غلام اور خادم تھا۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں :

بندۂ خود خواند احمد در رشاد
جملہ عالم را بخواں قل یا عباد

زیرِ تبصرہ مجموعہ نعت ''دریچۂ نور'' سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

کروں غرور مقدر پہ خاک بن کے رہوں
جو اُن کے شہر عنایات کی گلی مل جائے

ہے نسبتِ شہ کونین کا علَم مرے پاس
فضائے عالم امکاں پہ کیوں نہ چھا جاؤں

نبی کی نعت جو بن جائے نورؔ میری شناخت
تو میں بھی عز و شرف کا مَنار ہو جاؤں

اب تجھ کو مل گئی ہے غلامی حضور کی
اب تیرے پاؤں چومیں گے دُنیا کے تاجدار

یادِ نبی کا پیڑ لگا ہے خیال میں
انعام توڑ لیتے ہیں شاخِ شجر سے ہم

یہ فیضِ نقش پائے نبی کے سوا ہے کیا
آنکھیں ملا رہے ہیں جو شمس و قمر سے ہم

دیکھیے حضرت نور تعلّی کا اظہار کس طرح کرتے ہیں :

نبی کی نعت کے صدقے یقیں ہے نورؔ مجھے
مرے ہی نام سے منسوب یہ صدی ہوگی

کلام میں صنائع اور بدائع سے متعلق ڈاکٹر ریاض مجید رقم طراز ہیں :

" ایک زمانے میں صنائع لفظی و معنوی کا استعمال فن کاری اور شاعر کے قادرالکلام ہونے کی علامت سمجھا جاتا تھا صنائع کے استعمال کے لیے بڑی مغز ماری کرنی پڑتی ہے اس میں وہی کامیاب ہوتے ہیں جو زبان و بیان پر حاکمانہ قدرت رکھتے ہیں" ۔

شعراء نے صنعتوں کا استعمال کیا ہے اور جہاں کہیں اس کی کثرت پائی گئی ہے وہاں مفہوم شعر متاثر سا ہو گیا ہے اس قسم کے اشعار زیادہ تر لکھنوی شعراء کے یہاں پائے جاتے ہیں ۔ حضرت نور نے بھی صنعتوں کا استعمال کیا ہے لیکن اس خوبصورتی کے ساتھ کیا ہے کہ ان کے شعری وجود میں فطری حسن سما گیا ہے مثالیں ملاحظہ فرمائیے ۔

صنعت تکرار لفظی

اس صنعت میں دو لفظوں کو مکرر لایا جاتا ہے جس سے شعر میں ایک طرح کا زور پیدا ہوتا ہے ۔

ان کے کرم کے پھول کھلے ہیں روش روش
روشن ہے میرے دل کا گلستاں زہے نصیب

سکون وامن کا انداز دیکھ لے دنیا
مری صدی کو جو آقا تری صدی مل جائے

کرم کے ابر برستے تھے میرے آنگن میں
یہ بات نور ابھی کی، ابھی ابھی کی ہے

بزم مدحت تری جہت بہ جہت
کوچہ کوچہ ہے وصف خواں تیرا

نبی کی زلف معنبر کی مہربانی سے
قدم قدم شجر سایہ دار میرا ہے

چمن چمن میں نگر نگر میں بتا رہی ہیں
ہوائیں اوڑھے ردائے نکہت حُضور آئے

صنعت اشتقاق

شاعر کا اپنے شعر میں ایسے چند الفاظ استعمال کرنا جو ایک ہی ماخذ اور ایک ہی اصل سے ہوں نیز وہ الفاظ معنیٰ کے اعتبار سے بھی موافقت رکھتے ہوں: مثلاً

جس کو دیوانہ سرکار کہا جاتا ہے
اسی دیوانے کا دیوانہ بنا دے یا رب

جس کے سب ہیں حریص رب کریم
ہے وہ اکرام بے گماں تیرا

بصیرتوں کو تب و تاب بخش دیتی ہے
مرے رسول تری رہ گذار کی رونق

ہر در سے ہر دریچے سے آتی ہے رات دِن
مہکا رہی ہے گھر کو ہمارے ہَوائے نعت

بعدِ خُدا نبی نبی اس لئے وِرد ہے مرا
اس کی ہی دھوم دھام ہے اس کو ہی بس دَوام ہے

صنعتِ تجنیس کامل

شعر میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو حروف اور اعراب میں مساوی ہوں لیکن دونوں لفظوں کے معنی الگ الگ ہوں۔ یعنی وہ دونوں الفاظ تلفظ میں یکساں ہوں لیکن دونوں کا استعمال مختلف معنوں میں کیا گیا ہو۔ (فیروز اللغات ص346)

مثلاً غالب کا شعر ہے۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حضرت نورؔ کے یہاں صنعتِ تجنیس کامل کی مثال ملاحظہ ہو

اے نورؔ میں نے دیکھا ہے ان کے دیار میں
جو آدمی تھا، نور کا تھا سر سے پاؤں تک

مدتیں گزریں ادھر کوئی نظر اٹھتی نہیں
شاخِ گل، شاخِ تمنا کو بنا دے یا رب

نعت کے شعر کہو، نعت سنو
درس آقا سے ملا ہے یہ بھی

نور تیری ادا، نور تیری نوا، نور ہر رخ ترا
تو ہے سر تا قدم آئینہ نور کا، اے مرے مصطفیٰ

صنعتِ حسن طلب

شعر میں لطیف اشارہ کر کے کوئی چیز طلب کرنا جسے مانگنے کا اچھا طریقہ کہا گیا ہے۔

زیر نظر مجموعۂ نعت کے شاعر حضرتِ نورؔ کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

بہار چھیڑے جو اشعارِ نعت شاہِ اُمم
سسکتے لمحوں کو اے نورؔ زندگی مل جائے

نسبت ہو جس کو کوچۂ خیرالانام سے
مدفن کے واسطے وہ زمیں چاہیے مجھے

نورؔ سرکار جو ہنس دیں تو برس جائے کرم
مُسکرادیں تو بہاروں کا بھلا ہو جائے

مَیں کسی اور شہر کو دیکھنے جاؤں کس لیے
میری نگاہ کی طلب کوئے شہ انام ہے

حضور آپ مجھے بھی طلب کریں اک بار
حضور آپ کی چوکھٹ پہ میں بھی آ جاؤں

صنعتِ تضاد

صنائع معنوی میں صنعتِ تضاد کا کثرت سے استعمال ہوا ہے ہر غزل میں ایک دو، اشعار ایسے ضرور مل جائیں گے جن میں دو الفاظ معنی کے لحاظ سے متضاد اور مخالف ہوں۔ اس صنعت کو صنعتِ طباق بھی کہا جاتا ہے۔ اصغرؔ گونڈوی کا یہ شعر دیکھیے۔

اس عالمِ ہستی میں نہ مرنا ہے نہ جینا
تو نے کبھی دیکھا نہیں، مستوں کی نظر سے

"دریچۂ نورؔ" میں صنعت تضاد کے شعر ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

ہے زمیں تری آسماں تیرا اے خُدا ہے یہ کل جہاں تیرا
تو ہے خلاقِ کائناتِ وجود ہر عیاں تیرا ہر نہاں تیرا

درِ حضور کی جِس کو گدا گری مل جائے
سکندروں میں اُسے تاجِ خسروی مل جائے

تفصیل سے لکھا ہے یہ اوراقِ ازل میں
تھا نورِ نبی ثابت و سیّار سے پہلے

اب میں ہوں اور ان کی محبت کی چاندنی
نظروں سے دُور قافلۂ خیر و شر گیا

صنعتِ تلمیح

کلام میں کسی قصے کی طرف اشارہ کرنا یا کسی مشہور شعر اور کہاوت یا قرآن و حدیث کے واقعے کی طرف اشارہ کرنا صنعت تلمیح کہلاتا ہے۔ مثلاً فانی بدایونی کا شعر ہے :

طور نے جل کر ہزاروں طور پیدا کر دیے
ذرہ ذرہ میرے دل کی خاک کا دل ہوگیا

حضرت نورالحسن نورؔ کے کلام میں اس کی مثالیں دیکھیے :

درِ آقا پہ چلو مانگنے بخشش کے گہر
دوستو! تم سے اگر کوئی خطا ہو گئی ہے

ہے سر پہ نورؔ پر جبرئیل کا سایہ
عجب ہے چہرۂ مدحت نگار کی رونق

اس شعر میں اشارہ ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے منبر پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت سنائی تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا فرمائی تھی ''اللھم ایدہ بروح القدس" یعنی اے اللہ روح القدس (جبرئیل امین) کے ذریعے حسان کی مدد فرما۔ (صحیح بخاری ۔ج3ص489)

ہماری بات پہ قد جاءکم گواہی ہے
سوال ہی نہیں اُن جیسا آدمی مل جائے

تیرے رخسار سے چاند کو روشنی کے خزانے ملے
تیرے لب کی عطا رنگِ برگِ حنا اے مرے مصطفیٰ

اس شعر میں اس حدیث کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسنِ بے مثال کی مدح سرائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْھِہٖ''(مسند امام احمد بن حنبل ج 2 ص 380) یعنی میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر حسین وجمیل کسی اور کو نہیں دیکھا۔ گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے منور میں سورج تیر رہا ہے۔

صنعتِ مراعاۃ النظیر

شعر میں ایسی کئی چیزوں کا ذکر کرنا جن میں باہم مناسبت ہو، اس کو رعایت لفظی بھی کہتے ہیں یعنی ایسی چیزوں کا ذکر کرنا جن میں آپس میں تضاد نہ ہو اور ان میں ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت بھی ہو، مثلاً چمن کا ذکر اس کے ساتھ گل وبلبل کا ذکر کرنا یا بادہ کے ساتھ صُراحی، پیمانہ وغیرہ کا ذکر کرنا۔ مثلاً ''بالِ جبریل'' میں علامہ اقبال کہتے ہیں:

نہ بادہ ہے، نہ صُراحی، نہ دَورِ پیمانہ
فقط نگاہ سے رنگیں ہے بزمِ میخانہ

اس سلسلے کے اشعار حضرت نوری کے یہاں بھی بہ کثرت مل جاتے ہیں جیسے:

جو تیرے نام کی تیغ و تبر لیے ہوئے ہے
ہے دیدنی ترے اس شہ سوار کی رونق

وہ چاند سورج کے قافلے ہوں یا ہوں ستارے
بے اذن کوئی جانے نہ پائے ان کی گلی میں

نام ان کا ہے مرے زخمِ تمنا کا علاج
خاکِ در ان کی، مجھے خاکِ شفا ہوگئی ہے

چمک رہے ہیں سکون و راحت کے ماہ و انجم
چھٹا جہاں سے سحابِ عسرت حضور آئے

پیکرتراشی

شاعری میں پیکرتراشی شعری حُسن میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔حضرت نورؔ کے اس نعتیہ مجموعے میں بصری پیکراور شامّی پیکر کی جلوہ گری بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے مثلاً :

چہروں پہ جن کے پیلاہٹیں تھیں آنکھیں بجھی تھیں
بے ساختہ وہ گُل مسکرائے ان کی گلی میں

انمول خوشبو لے جائے اپنے دامن میں بھر کر
ہر شامّہ یہ انعام پائے ان کی گلی میں

لف ونشر

لف ونشر مرتب کا اظہارحضرت نورؔ کے یہاں دیکھیے۔

مرے حضور کے گیسو و رُخ کا صدقہ ہے
کہاں تھی پہلے یہ لیل و نہار کی رونق

مصرعِ اول میں گیسورُخ کی مناسبت سے مصرعِ ثانی میں اُسی ترتیب سے لیل ونہار کے الفاظ لائے گئے ہیں:

روشن کوئی چراغ نہیں ان کے ذکر کا
اے نورؔ ایسی رات نہیں چاہیے مجھے

دریچہ نور میں محاورات کا رکھ رکھاؤ

حضرتِ نورؔ کے کلام میں محاورات کا رکھ رکھاؤ بھی خوب ہے۔محاورات کے الفاظ کو شعر میں نظم کرنا پھر شعر کا وزن برقرار رکھتے ہوئے مضمون کا تسلسل بھی قائم رکھنا نہایت دشوار مرحلہ ہے۔" دریچۂ نور‘‘ کے مطالعے سے یہ بات بطورِ خاص کہی جاسکتی ہے کہ اُردوادب کے ہرشاعر کے کلام میں محاورات تو پائے جاتے ہیں لیکن محدود تعداد میں ان شعراء کے کلام میں زیادہ تر محاورات کی جگالی پائی جاتی ہے یعنی چبے چبائے محاورات ملتے ہیں لیکن حضرتِ نور کے کلام میں محاورات کے استعمال میں جدت طرازی کا انکشاف ہوا ہے جو باادب باذوق اور

عاشق زار قاری کو حُسنِ سرکار میں محو اور مستغرق کر دیتا ہے، جو بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ شاعرِ ''دریچۂ نور'' کو زبان و بیان پر کامل دست رس حاصل ہے۔ کیوں نہ ہو شاعرِ خوش خصال کا تعلق سلسلۂ اہلِ تصوف سے ہے بقول کسے

"تصوف برائے شعر گفتن خوب است''

حضرتِ نورؔ کے کلام میں محاورات کا استعمال ملاحظہ ہو :

(سائبان کرنا)

سائباں ذکر شہ دیں کو کیا ہے میں نے
دھوپ میرے لیے گھنگھور گھٹا ہو گئی ہے

(بار آور ہونا)

نورؔ یہ رحمتِ آقا کے سوا کچھ بھی نہیں
بار آور جو مری شاخِ ثنا ہوگئی ہے

(آنکھیں بولنا)

سرکار کا روضہ جو مرے سامنے آیا
بولیں مری آنکھیں لبِ اظہار سے پہلے

(گُل آشنا کرنا)

چھیڑ دیتے ہیں کوئی نعتِ رسولِ کائنات
ابر پارے دشت کو گُل آشنا کرتے ہوئے

(سر پھوڑنا)

سَر پھوڑتی ہے موج طوفاں کشتیوں کے آس پاس
جو کھے رہاہے کشتیاں وہ نا خُدا طیبہ میں ہے

(گلاب روشن ہونا)

آبِ کرم مدینہ سے ملتا ہے ان کو روز
روشن ہیں مری شاخِ تمنا کے سب گلاب

(راہ سجھانا)

نورؔ کو راہ سجھائی نہیں دیتی کوئی
راستے سارے نکلتے ہیں نکالے سے ترے

(ہاتھ تھامنا)

جب بھی ملے حیات میں دشوار راستے
آئی نبی کی یاد میرا ہاتھ تھامنے

(آگ لگانا)

یارب یہی دعا ہے یہی آرزو مری
عشقِ نبی کی آگ دلوں میں لگاؤں میں

(آنکھیں آبشار کرنا)

جا رہا ہوں سوئے طیبہ کر کے آنکھیں آبشار
اپنی اک اک سانس کو مدحت سرا کرتے ہوئے

(بستیاں بسانا)

نبی کے ذکر کا موسم رہے ہمیشہ جہاں
خُدا کرے کہ میں وہ بستیاں بسا جاؤں

(غارِحرا دینا)

جس میں سرکارِ دو عالم کبھی آکر ٹھہریں
مرے سینے کو بھی وہ غارِ حرا دے یا رب

متفرق اشعار

متفرق اشعار شاعر کی مضمون آفرینی کی عکاسی کرتے ہیں ملاحظہ ہو :

حضرت نورؔ نے شعر میں جنت کے معنیٰ میں لفظ ''خُلد'' کا استعمال کوئی دس سے زیادہ جگہ کیا ہے اور ہر جگہ ایک نئی کیفیت اور نئے پیرائے میں فکرِ نعت کے حوالے سے برتا ہے۔ان اشعار کو پڑھتے ہوئے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کا وہ معروف شعر ذہن کی تختی پر مرتسم ہوتا رہا کہ۔

بزمِ ثنائے زلف میں میری عُروسِ فکر کو
ساری بہار ہشت خلد چھوٹا سا عطر دان ہے

اس لفظ ''خُلد'' کا حسین استعمال ''دریچۂ نور'' میں کِس کِس تناظر میں ہوا ہے اشعار ملاحظہ ہوں:

نبی کے گلشنِ مدحت کا ایک پھول ہوں میں
بہارِ خُلد کو بھی انتظار میرا ہے

گلزارِ مصطفیٰ کا ہے مسکن اسی لیے
ہے فکر میری خُلد بداماں زہے نصیب

مل جائے گی اے نورؔ تجھے خُلد بھی لیکن
دل اپنا سَجا الفتِ سرکار سے پہلے

خُلد بردوش ہوئی فکر مری
ان کی مدحت کا صلہ ہے یہ بھی

خُلد سے کیا غرض ہمیں خُلد کو کیا کریں گے ہم
صبح جناں پہ خندہ زن شہرِ نبی کی شام ہے

رسولِ پاک کا دیدار جس گھڑی ہوگا
تو باغِ خُلد میں کیا خوب شاعری ہوگی

ہے جستجو جس کی تمہیں وہ نقشِ پا طیبہ میں ہے
جس راستے پر خُلد ہے وہ راستہ طیبہ میں ہے

خُلد میں حوریں اس کے لیے ہیں خیمہ زن
حشر میں حاصل جس کو سہارا اُن کا ہے

مرے مصطفیٰ کہاں تھی یہ بساط میری اپنی
تری یاد ہی نے کھولا درِ خُلد زندگی ہے

''دریچۂ نور'' کے مطالعے سے راقم سطور کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اس میں شامل نعتیہ کلام کا ہر شعر اپنے اندر ایک جہانِ معنی رکھتا ہے چنانچہ ہر شعر میں مزاج عشق حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ جمیلہ اور کمالاتِ حُسن کی کائنات میں گم ہوجاتا ہے۔ ماشاء اللہ چشمِ ماروشن ودلِ ماشاد کہ حضرتِ نورالحسن نورؔ کا نعتیہ کلام حضور رسالت مآب میں شرف قبولیت پاچکا ہے۔ چند شعر بطورِ مثال پیش ہیں۔

ایک دو لمحوں کا ہے یہ رنج و غم کا راستہ
موڑ مُڑتے ہی مدینے کی گلی آجائے گی

نبی کی زلف معنبر کی مہربانی سے
قدم قدم شجرِ سایہ دار مِیرا ہے

شہر مدینہ اور اس کی خاک و باد کو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفا فرمایا ہے۔
علامہ عبدالرحمن جامیؔ علیہ الرحمۃ السامی نے مدینہ طیبہ کی سرزمین کو جنت ہی جنت کہا ہے۔

یا رب مدینہ است ایں حرم کز خاکش آید بوئے جان
یا ساحتِ باغِ ارم یا عرصۂ روض الجنان

اے رب! مدینۃ النبی وہ حرم ہے کہ اس کی خاک سے جان کی خوشبو یعنی (محبت کی خوشبو) آتی ہے کہ یا تو باغِ جنت کا میدان ہے؟ یا پھر روضۃ الجنان کا صحن ہے؟
(حیاتِ ختم الشعراء مولانا عبدالرحمن جامی ص 224 از راجہ طارق محمود نعمانی)

حضرت نورؔ نے مدینہ پاک، شہر رسول، طیبہ کی نگری، گنبدِ خضریٰ، خاکِ درِ نبی، خاکِ شفا، دیارِ مدینہ کی رونقیں وغیرہ ان سب کو نہایت عقیدت ومحبت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

مثالیں دیکھیے :

ہر خطہ ہے رشکِ خلدِ رضواں
ہر ذرۂ طیبہ مشک بُو ہے

نگاہ گنبد خضریٰ پہ ڈال کر دیکھے
لبھا رہی ہو جیسے آبشار کی رونق

پھیلی ہوئی تھیں شہر میں بیماریاں بہت
میں نے لگائی خاکِ شفا سر سے پاؤں تک

مدینہ حسنِ مکمل کا تاج پہنے ہے
مجھے بتانا ذرا سی اگر کمی مل جائے

جس کا علاج خاکِ دیارِ رسول ہو
اک زخم ایسا دل کے قریں چاہیے مجھے

سرمایۂ جمالِ مدینہ اِدھر بھی آ
بیٹھا ہوا ہوں کب سے ترے انتظار میں

اے نورؔ اگر غبارِ مدینہ کا ہو قیام
لگ جائیں چار چاند کُلاہِ وقار میں

خاکِ درِ نبی کو بنا لیں جو پیرہن
ہوگا اضافہ شمس و قمر کے وقار میں

میں کوچۂ رسول کی جانب جو چل پڑا
مُڑ مُڑ کے دیکھنے لگی دیوانگی مجھے

آخری سانسوں کی ساعت بخش دے رب کریم
گنبد خضریٰ کو دیکھوں یہ دعا کرتے ہوئے

عصر حاضر کے ظالم وسفاک اور جبر واستبداد کے علم بردار حاکموں کو خبر دار کرتے ہوئے شاعرِ ''دریچۂ نورؔ'' کہتے ہیں کہ اے ظالمو! ہم مصائب وآلام زدوں کی آہ وزاری کا تم پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے تو ٹھیک ہے کوئی بات نہیں۔ کیا تم کو اس کی خبر نہیں ہے کہ کوئی ذات ہے جو ہماری آہ وزاریوں کو سننے والی ہے، یقیناً یقیناً ہمارے غم خوار طیبہ میں موجود ہیں اور وہ ہمارے آقا ومولیٰ مدنی تاجدار، سرکارِ ابد قرار حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت نورؔ کا یہ شعر دیکھیے کس طرح طمانیت بخشی کا ضامن ہے۔

اے ظلم کے سفاک سورج، کیا خبر تجھ کو نہیں
ہم بے کسوں اور بے نواؤں کی نوا طیبہ میں ہے

مدینہ طیبہ سے واپسی پر گنبدِ خضریٰ پر نظر پڑتی ہے اور جیسے جیسے ہم سفر کرتے جاتے ہیں روضۃ النبی سے دُور ہوتے جاتے ہیں، ہجرِ رسول میں آنسوؤں کی لڑی جاری رہتی ہے۔

جس طرح بچہ اپنی ماں سے بچھڑ جاتا ہے تو وہ رونے لگتا ہے اسی طرح ایک عاشقِ رسول کا بھی یہی حال ہو جاتا ہے مولانا رومیؔ نے بانسری کے نغمے کو اُس کا رونا قرار دیا ہے اس لیے کہ وہ لکڑی جس سے بانسری بنائی گئی ہے وہ اپنی اصل پیڑ سے جُدا ہو گئی ہے اس لئے وہ رو رہی ہے

بشنو از نے چوں حکایت می کند
وز جدائیہا شکایت می کُند

اس تناظر مین حضرت نورؔ کا یہ شعر دیکھیے کیسے برجستہ کہا ہے :

درِ آقا سے ہوا دور تو محسوس ہوا
پیڑ سے جیسے کوئی شاخ جُدا ہو گئی ہے

مولانا روم علیہ الرحمہ نے ’’ اُستن حنانہ‘‘ کا ذکر بھی اپنے ایک شعر میں کیا ہے:

اُستنِ حنانہ از ہجرِ رسول
نالہ می زَد ہمچو اربابِ عقول

یعنی اُستن حنانہ ایک تنا تھا جس پر ٹیک لگا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، جب منبر بن گیا تو اُس تنے (لکڑی) کو چھوڑ دیا اور ہجرِ رسول کے نتیجے میں وہ تنا (لکڑی) زار و قطار عقلمند آدمیوں کی طرح رو رہا تھا۔

انہی احساسات کے ساتھ آنکھوں میں آنسو بھر آنے کا حوالہ حضرتِ نورؔ کے ’’دریچۂ نورؔ‘‘ سے کچھ اس طرح نمودار ہوتا ہے، جی چاہتا ہے کہ بس نعتیں ہی پڑھتے اور سنتے رہیں: شعر ہے :

جھوم کر کوئی سنادے نعتِ پاکِ مصطفیٰ
دل تڑپ اُٹھے گا آنکھوں میں نمی آجائے گی

نعتِ شریف لکھنے کا خیال، نعت رسول کی فکر، نعتِ رسول پیش کرنے کے لیے موثر اسلوب ان تمام لوازم شعری کی شیرینی بھی حضرت نورؔ کے یہاں دیدنی ہے اور حیرت بداماں بھی ان کے اشعار بطورِ مثال ملاحظہ ہوں :

جہاں کے بلبلِ شیریں نوا صحابہ ہیں
مجھے بھی کاش وہ باغِ سخن وری مل جائے

نورؔ ان کی مدح کے لیے
وقف میری زندگی ہوئی

کام آئیں نعتِ مصطفیٰ میں
لفظوں کی یہی تو آرزو ہے

چلتے چلتے چاہے تھک جائیں زمین و آسماں
تھک نہیں سکتی زباں ان کی ثنا کرتے ہوئے

جیسے فلک پہ چاند ہو اے نورؔ جلوہ گر
بامِ خیال پر مرے یوں جگمگائے نعت

قدم سنبھال کے رکھنا یہاں پہ اے خوابو!
بچھے ہیں مدحتِ آقا کے پھول آنکھوں میں

بیان واسلوب کی شعاعیں اُنھی کے قدموں سے پھوٹتی ہیں
ہر ایک طرزِ جدید ان کا ہر ایک طرزِ کہن ہے ان کا

تخلیق کی ساعت میں مرے خالقِ کُل نے
بخشی ہے ان آنکھوں کو نظر نام سے ان کے

میرا خیال، میرا سخن، میری آگہی
اے مدحتِ رسول ترے نام انتساب

نبی کی مدحت میں کام آئے اسی لئے تو
سخن وری کا ہُنر خُدا نے عطا کیا ہے

روشن ہوں سارے دَر مری فکر و خیال کے
مدحت میں آپ کی نئے اسلوب لاؤں میں

اُنگلیاں نعت رقم کرنے کو بے تاب رہیں
جان کہتی ہے مری ، حرف و نوا ہو جاؤں

اے نورؔ تہی دامنِ اعمال ہے میرا
نعتوں کا اثاثہ مرے ہمراہ مگر ہے

لفظ ''تک" کی ردیف میں حضرتِ نور نے ایک منفرد انداز اختیار کیا ہے۔ یہ صنعتِ تجنیسِ تام میں ہے شعر ملاحظہ ہو۔

تاریکیاں تھیں بکھری ہوئی دُور دُور تک
اچھا ہوا کہ آگئی دُنیا حضور تک

یہاں ''تک'' سے مراد، پاس یا نزدیک اور انگریزی میں To کے مفہوم میں ہے جس طرح کہا جاتا ہے ''یہاں تک'' اور ''وہاں تک''

آگاہ ان سے جن و بشر ہی نہیں فقط
اپنا نبی حضور کو مانیں طیور تک

یہاں ''طیور تک'' طیور بھی کے معنی میں ہے لیکن اسی نعت کا ایک اور شعر دیکھیے کہ:

تجھ پر کریں گے رشک مہ و نجم و آفتاب
اے آنکھ اُن کے روضے کی جالی ضرور تک

اس شعر میں موجود لفظ تک ''تکنا'' مصدر سے فعلِ امر تکتا رہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی روضۂ منورہ کے نورانی و روحانی فضائل اس قدر ہیں کہ اس رحمتوں برکتوں والی سرزمین پر، منور منور فضاؤں پر آسمان کے چاند، ستارے اور سورج بھی رشک کر رہے ہیں، اے عشق زار آنکھ، تو بھی روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنہری جالیوں کو تکتی اور ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی رہ یعنی مسلسل دیکھتی رہ۔

راقم الحروف کو پیوستہ مہینے رمضان شریف عمرہ کے موقع پر جب دربار رسول میں حاضری ہوئی، گنبد خضریٰ کے سامنے آلِ رسول حضرت نور الحسن نورؔ کی تین نعتیں ترنم سے پیش کرنے کی سعادت و مسرت حاصل ہوئی اور آنکھیں اشک بار تھیں، جن کے مطلعے حاضر کرتا ہوں :

صدقۂ سرکار لے کر زندگی آجائے گی
اب مرے تاریک گھر میں روشنی آجائے گی

محبوبِ خُدا سید ابرار سے پہلے
کونین تھے عَنقا مرے سرکار سے پہلے

چمن چمن نسترن ہے ان کا روش روش، یاسمن ہے ان کا
گلوں پہ ہی ایک منحصر کیا تمام حسن چمن ہے ان کا

ہمارے چند روایتی شعراء کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ بعض شعراء نے شاعری کے لیے فنِ عروض سے واقفیت حاصل نہیں کی مشاعروں اور محفلوں میں شعر بھی سناتے ہیں ایسے شعراء کے لئے ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ شاعری کے بحور و اوزان سیکھیں تا کہ کلام میں کوئی عروضی خامی رہ نہ جائے۔

''دریچۂ نور'' کا عروضی نقطۂ نظر سے مطالعہ کیا گیا بلا شبہ حضرت نور الحسن نورؔ کے کلام میں بحور و اوزان کا خاصا اہتمام ملتا ہے، چند اشعار بطورِ مثال ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں :

بحر خفیف مسدس سالم مخبون محذوف

ارکان : فاعلاتن مفاعلن فعلن (ہر مصرع میں دو بار)

فاعلاتن مفاعلن فعلن

فاعلاتن مفاعلن فعلن

ہے زمیں تیری آسماں تیرا — اے خدا ہے یہ کُل جہاں تیرا

کوچۂ مصطفیٰ میں پہنچا دے — نورؔ جائے گا اور کہاں تیرا

سارے عالم کا رہنما ہے یہی — میرے آقا کا نقشِ پا ہے یہی

آنسوؤں سے نبی نبی لکھنا — شغل دن رات نورؔ کا ہے یہی

بحر رمل مثمن محذوف

ارکان : فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن (ہر مصرع میں دو بار)

صدقۂ سرکار لے کر زندگی آجائے گی
اب مرے تاریک گھر میں روشنی آجائے گی

مدحتِ سرکار میں لب کھول کر دیکھے تو نورؔ
خامۂ خاموش کو بھی شاعری آجائے گی

راہ کے پتھر کو روشن آئینہ کرتے ہوئے
جا رہے ہیں کام یہ، وہ نقش پا کرتے ہوئے

کیا کہیں گے آتش عصیاں میں جلتا دیکھ کر
کیا کروں گا نور ان کا سامنا کرتے ہوئے

بحر مضارع مثمن اخرب محذوف

اس وزن میں حضرت نورؔ نے زیادہ نعتیں کہی ہیں۔

ارکان: مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن (ہر مصرع میں دو بار)

پہنے درود کی ہے قبا سر سے پاؤں تک
مقبول ہوگی میری دعا سر سے پاؤں تک

اے نورؔ میں نے دیکھا ہے ان کے دیار میں
جو آدمی تھا، نور کا تھا سر سے پاؤں تک

سرکار کا ہوں میں بھی ثنا خواں زہے نصیب
حاصل ہے مجھ کو گوہر ایماں زہے نصیب

مجھ پر ہے مہرباں، مری جانب ہے مُلتفت
اے نورؔ مدح شاہِ رسولاں زہے نصیب

بحرِ متقارب مقبوض اثلم شانزدہ رکن

ارکان: فعول فعلن (ہر مصرع میں چار بار)

چمن چمن نسترن ہے ان کا روش روش یاسمن ہے ان کا
گلوں پہ ہی ایک منحصر کیا تمام حُسنِ چمن ہے ان کا

ہر اک زمانہ خراج دیتا ہے نورؔ ان کے نقوشِ پا کو
عطائے رب قدیر ہے یہ لقب جو شاہِ زمن ہے ان کا

بحرِ متدارک سالم دوازدہ رکن

ارکان : فاعلن (ہر مصرع میں چھ بار)

تیرے کوچے سے جب آئی تازہ ہوا اے مرے مصطفیٰ
شاخِ احساس پر پھول ہنسنے لگا اے مرے مصطفیٰ

آئے نزدیک اگر حشر کی دھوپ بھی اس سے مانگے پناہ
ذکر تیرا جو ہے نورؔ کی ہے ردا اے مرے مصطفیٰ

مذکورہ بالا تمام تر مباحث کی روشنی میں ہم یہ کہنے میں حق بہ جانب ہیں کہ سید نور الحسن نورؔ کی نعتوں میں وہ تمام فکری وفنی محاسن اور موضوعاتی و جمالیاتی پہلو موجود ہیں، جو کسی بھی بڑے شاعر کا طرۂ امتیاز ہوسکتا ہے اور یقیناً حضرت نورؔ ملک کے صفِ اول کے نعت گو شعراء میں شمار کیے جاسکتے ہیں ان کی نعتوں میں عشق وعقیدت، جذب و کیف کے علاوہ تعظیم و تکریم کی پُر بہار فضا بھی موجود ہے جس کے مطالعے سے قاری مسرور ہی نہیں مسحور ہو کر اپنی سانسوں میں خوشبو محسوس کرتا ہے۔ ان کی نعتوں میں شعریت بھی ہے، موضوعات کا تنوع بھی ہے اور اسلوبیات کی رنگا رنگی بھی ہے۔ الغرض حضرتِ نورؔ کی جو نعتیں دستیاب ہوئی ہیں وہ ''بہ قامت کہتر اور بہ قیمت بہتر'' کی اعلیٰ اور ارفع مثال ہیں۔

حضور شیخ الاسلام کے اس شعر پہ اپنی معروضات کا اختتام کرتا ہوں جو" دریچہ نور" کا مصداق بھی ہے۔

پس اُسی کو ہے ثنائے مصطفیٰ لکھنے کا حق
جس قلم کی روشنائی میں ہو شامل احتیاط

پروفیسر محمد عبد الحمید اکبر

سابق ڈین و سابق صدر شعبۂ اُردو و فارسی گلبرگہ یونیورسٹی گلبرگہ

زمینِ غالبؔ پر مکانِ نورؔ

ڈاکٹر جاوید منظر (کراچی)

دنیائے اُردو ادب میں تین شاعروں کو قدرت نے زمانے بھر کی عظمتوں، عزتوں اور شہرتوں سے نوازا ہے۔ اِن میں میر تقی میرؔ، مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ اور ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؔ شامل ہیں۔ یہ تینوں شعرا تین صدیوں کے شاعر ہیں، میر تقی میرؔ اٹھارویں صدی کے بڑے شاعر مانے جاتے ہیں، مرزا اسد اللہ خان غالبؔ انیسویں صدی کے جب کہ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کو بیسویں صدی کا بڑا شاعر گردانا جاتا ہے۔ علامہ اقبالؔ کی مقصدی شاعری کو الگ کر دیا جائے تو میرؔ و غالبؔ دو ہی شاعر بچتے ہیں جن کو غزل کی دنیا میں شہرتِ دوام حاصل ہے۔ میر تقی میرؔ کو اِس لیے ''خدائے سخن'' کا خطاب ملا کہ اُنھوں نے زبان و بیان کی ہنر مندی سے اُردو غزل کو آراستہ و پیراستہ کیا۔ مگر اُن کی شاعری دقیق لفظیات پر مشتمل ہے۔ مرزا غالبؔ کی شاعری میں فکری وسعت ہے اور یہ فکر اپنے وجود میں سمندر کی سی گہرائی رکھتی ہے۔ جس شاعر کی فکر جس قدر بڑی ہوگی اسی قدر اس کی شاعری آفاقی کہلائے گی۔

مرزا غالبؔ کا شمار جدید اُسلوب و فکر کے ثقہ بند شعرا میں ہوتا ہے۔ وہ صاحبِ اُسلوب شاعر ہیں، ادب میں اُن کا مقام سب سے بڑا ہے۔ اُن کے یہاں فکری و فنی اور اُسلوبیاتی انفرادیت موجود ہے۔ اُن کا سرمایۂ سخن رموزِ حیات اور اسرارِ کائنات کی تشریح و تفسیر ہے۔ اُن کی غزلیات افکارِ تازہ کا شفّاف آئینہ ہیں اور تمام کلام شعری جمالیات سے آراستہ ہے۔ اُن کی غزلیات میں ارتقا پسند شاعرانہ شعور پوری توانائی کے ساتھ نظر آتا ہے۔ مرزا غالبؔ کی شاعری کو امکانات اور ممکنات کی شاعری قرار دیا گیا ہے جس کی سیکڑوں شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔

سید محمد نور الحسن نورؔ نوابی عزیزی کا تازہ نعتیہ شعری مجموعہ ''ثنا کی نکہتیں'' پڑھ کر ایک خوش گوار حیرت سے گزرنا پڑا۔ نور الحسن نورؔ نے اِس نعتیہ شعری مجموعے میں مرزا غالبؔ کی غزلوں میں نعتِ رسولِ مقبول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تخلیق کی ہیں اور اِس انداز سے کہ اُنھوں نے زمینِ غالبؔ پر مکانِ نورؔ تعمیر کر لیا ہے۔ مرزا غالبؔ کا کلام پیاز کی مثل ہے جس کی جتنی پرتیں اُتاری جائیں اتنے ہی معانی و مفاہیم کے نئے در وا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مرزا غالبؔ کے کلام میں تہ داری، معنی آفرینی، مضمون آفرینی اور خیال آفرینی کی منفرد دنیا آباد ہے۔ خیال کی ندرت اور تخیل کی بلند پروازی کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اسی باعث مرزا غالبؔ کو سمجھنا اور اُن کے تہ دار کلام کی گہرائیوں تک پہنچنا انتہائی مشکل اور دشوار طلب ہے، مگر نور الحسن نورؔ کی ہمت اور حوصلے کو داد دینا پڑتی ہے کہ اُنھوں نے اِس مشکل اور دشوار گزار کام کو منتخب کیا اور انتہائی ہنر مندی اور کمال فن کاری سے نبھایا۔

غالبؔ کی زمینوں میں نور الحسن نورؔ کی نعتیں پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اُن کے مطالعے میں تین صدیوں کے میرؔ، غالبؔ اور اقبالؔ تینوں شعرا رہے ہیں اور اُنھوں نے اِن سے فکری طور پر کسبِ فیض بھی کیا ہے اور اُن کی شاعرانہ خوبیوں کی روشنی میں اپنی شاعری کو نکھارا بھی ہے۔ اِن شعرا کے مطالعے سے نور الحسن نورؔ نے اپنی شاعری کی جہت متعین کرنے میں مدد بھی حاصل کی ہے اور اپنے مزاجِ شاعرانہ کے مطابق اِن کے اُسلوبِ شاعری کی پیروی بھی کی ہے اور اِن کی تقلید میں ترقی کے منازل بھی طے کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نور الحسن نورؔ کی شاعری میں منفرد فکر پیدا ہو گئی ہے، سوچ کی وسعت سما گئی ہے اور سمندر کی سی گہرائی بھی در آئی ہے۔

''ثنا کی نکہتیں'' میں شامل مرزا غالبؔ کی زمینوں میں اُن کی نعتیہ شاعری بہ اعتبارِ فکر و خیال، زبان و بیان، اُسلوب اور شاعرانہ ہنر مندی کی صفات سے متصف ہے۔ اسی سبب سے اُن کا کلام دنیائے شعر و ادب میں پڑھا بھی جا رہا ہے اور اُن کے اشعار سینہ بہ سینہ سفر بھی کر رہے ہیں۔ میں یہ بات بڑے وثوق سے لکھ رہا ہوں کہ نور الحسن نورؔ کی آواز نعتیہ شاعری کی معتبر آوازوں میں شامل ہو گئی ہے۔ یہ اعزاز اُن کے لیے کم نہیں کہ کم عمری میں اُن کے ۹

شعری مجموعہ ہائے حمد و نعت اور مناقب وسلام شائع ہو کر دنیائے اُردو ادب میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے جارہے ہیں۔اُن کے لیے یہ بھی کیا کم ہے کہ بہت جلد اُن کی شہرت ہندوستان کی سرحدوں کو عبور کر کے پاکستان میں داخل ہوگئی ہے اور ممکن ہے کہ اُردو کی نئی بستیوں کے مکین بھی اُن کی مذہبی شاعری کے گرویدہ ہو چکے ہوں۔آیئے نورالحسن نورؔ کے چند نعتیہ اشعار ملاحظہ کرتے ہیں:

جب سے جاگا ہے خیالِ مصطفیٰ کا ماہتاب
ایک حلقہ سا مرے اطراف ہے تنویر کا

مصطفیٰ کا دستِ رحمت بند کرنے آ گیا
جب سرِ محشر گناہوں کا مرے دفتر کُھلا

درِ مصطفیٰ سے میری کبھی واپسی نہ ہوتی
مجھے اپنی زندگی پر اگر اختیار ہوتا

غالبؔ کی زمینوں میں نعت گوئی کا ہنر کئی شعرائے اُردو نے دکھایا ہے اور ان سے اپنے مجموعہ ہائے حمد و نعت کو زینت بھی بخشی ہے۔ہمارے خیال میں ہر ایک شاعر کا کلام بارگاہِ الٰہی و بارگاہِ رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں قبولیت کی سند حاصل نہیں کرسکتا اور یہ بھی ہے کہ اہلِ فکر ونظر اور مشاہیرِ اُردو ادب کی نظر میں کسی کے کلام کو کم اور کسی کے کلام کو زیادہ مقبولیت میسر آتی ہے۔میں نے غالبؔ کی زمینوں میں متعدد شعرائے اُردو کی نعتیہ شاعری پڑھی ہے مگر جن کی نعتیہ شاعری نے مجھے متاثر کیا ہے اِن میں پہلے شاعر صوبہ سندھ کے شہر خیر پور سے تعلق رکھنے والے رفیع عالم رفیعؔ بدایونی ہیں اور آخری شاعر ہندوستان سے تعلق رکھنے والے نورالحسن نورؔ ہیں۔اِن دونوں حضرات نے دل جمعی، یک سوئی، جستجو اور لگن سے نعتیہ شاعری کے در وا کیے ہیں اور مشکل پسندی سے بہ آسانی گزرنے کا کارِ ادب کر دکھایا ہے۔رفیع عالم رفیعؔ بدایونی کے دو شعر ملاحظہ فرمائیں جو مرزا غالبؔ کے معروف مصرعوں پر تضمین ہیں:

اپنے سجدوں میں یہی تسکینِ جاں دیکھا کیے
یعنی اُن کے نقشِ پا میں دو جہاں دیکھا کیے

لاکھ سجدوں سے فزوں ایک وہ سجدہ کہ رفیعؔ
سر زمیں سے نہ اُٹھے اُن کا گزر ہونے تک

مذکورہ اشعارہ تضمین کی عمدہ مثالیں ہیں مگر اِس کے ساتھ ساتھ ہم نورالحسن نوریؔ کی اُن تضامین کا جائزہ بھی لیں گے جو اُنھوں نے مرزا غالبؔ کے مصرعوں پر کی ہیں تو میرے اِس دعوے کو دلیل مل جائے گی۔ ملاحظہ فرمائیں:

آپ کے نقشِ قدم ہیں رہ نما ورنہ حضور!
''صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا''

ترے دامنِ کرم میں وہ دوام ہوتا حاصل
''نہ کبھی جنازہ اُٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا''

اب رحمتِ نبی کا مزہ نوریؔ آئے گا
''جی خوش ہوا ہے راہ کو پُرخار دیکھ کر''

نورالحسن نوریؔ کو مرزا غالبؔ کی زمینوں میں نعتیہ شاعری کرنے اور دیوار میں در پیدا کرنے کا خیال کیوں آیا؟ آیئے اُن کی زبانی ملاحظہ کرتے ہیں:۔

دنیائے شعر وادب میں غالبؔ کے نام سے کون واقف نہیں، غالب کی تازہ گوئی، بلند خیالی اور فکری شاعری نے دورِ حاضر کے شعرا کو نئے رنگ و آہنگ اور نئی جہت سے فکرِ سخن کا سلیقہ دیا یعنی یہیں سے جدید شاعری کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ غالبؔ ہی کا خاصہ اور امتیاز ہے کہ اس کے کلام کی شرحیں اساتذۂ سخن نے فرمائیں اور اس کی زمینوں میں بیش تر کلام کہے گئے۔ یہاں تک کہ اس کی زمین میں کئی نعتیہ مجموعے شائع ہوئے۔ کچھ نعتیہ کلام میری چشمِ جستجو سے بھی گزرے اور ذہن و دل مسرور و تاب ناک ہوئے۔ خواہش ہوئی کہ کیوں نہ ہم بھی غالبؔ

کی کچھ زمینوں میں نعتِ پاک کہنے کی سعی کریں۔ الحمدللہ رب العلمین اللہ رحیم و کریم کے مقدس و مبارک نام سے جب اس کارِ سعید کا آغاز ہوا تو اللہ رب العزت کی تائید و نصرت، آقائے کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا کرمِ خاص اور بالخصوص میرے مرشدِ پاک کی چشمِ اِلتفات شامل ہوئی تو دیکھتے ہی دیکھتے غالبؔ کی زمینوں میں نعتیہ کلام کا ایک مسودہ تیار ہو گیا۔ جب احباب کو اس بات کا علم ہوا تو مسلسل تقاضا ہوا کہ اسے کتابی شکل میں منظرِ عام پر ضرور آنا چاہئے"۔

یہ بات کبھی زیرِ بحث نہیں آئی کہ مرزا غالبؔ کی غزلوں کی زمینوں پر نعتیں کیوں لکھی جا رہی ہیں جب کہ یہ دونوں نظم کی دو علاحدہ علاحدہ اصنافِ ادب ہیں۔ یہاں تک کہ کئی شاعروں نے تو دیوانِ غالبؔ پر اپنا نعتیہ دیوان تخلیق و مرتب کر دیا ہے۔اس طرف اگر غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ کسی شاعر کی زمینوں پر غزلیں یا نعتیں لکھنا اُس شاعر کے فن کا اعتراف ہے اور اس شاعر کو خراجِ تحسین پیش کرنا بھی ہے جس شاعر کی زمینوں پر نئی شاعری تخلیق کی جا رہی ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس شاعر کے کلام میں ایسے شعری امکانات موجود ہوتے ہیں اور ایسے فنی پیکر تراشے ہوتے ہیں جن میں والہانہ عقیدت کے افکار و نظریات کو سمو کر اسے نیا پیراہنِ فکر و خیال اور عقیدت نگاری کا ملبوس عطا کیا جا سکتا ہے ۔مرزا غالبؔ کی عظمتِ شاعرانہ اس بات سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ ان کی زمینوں پر سیکڑوں شعرائے اُردو نے شعر تخلیق کیے ہیں۔ مرزا غالبؔ کی شاعری میں جدید اُسلوب بھی ہے اور تہ داری بھی۔ ان کے اکثر اشعار کے مختلف معانی و مفاہیم نکالے جا سکتے ہیں۔مرزا غالبؔ کے کلام کو دو سو سال ہو گئے مگر اس میں فکر و مشاہدات کے اِس قدر پہلو پوشیدہ ہیں کہ دیگر شعرا آج تک اُن کے کلام کی نہ صرف تشریح و تفسیر کر رہے ہیں بلکہ اُن کے کلام کو نت نئے تجربات سے گزار رہے ہیں اور تخیلات کے نئے نئے زاویے فراہم کر رہے ہیں۔

نورالحسن نورؔ اپنی شاعری میں فکر و فن کے مدراج طے کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں اور اس میں شعر و سخن کی رنگینیاں اور رعنائیاں سموتے ہوئے بھی۔ وہ اپنے کلام کو ادبی خوبیوں اور شعری لوازمات سے سجاتے ہیں، اپنے تجربات، عمیق مشاہدات، وفورِ جذبات اور نازک

احساسات سے زینت بھی بخشتے ہیں۔فرطِ محبت اور والہانہ عقیدت کا غازہ اُن کے نعتیہ اشعار کا حُسن بھی ہے اور نیا انداز بھی۔

''ثنا کی نکہتیں'' ایک ایسا یادگار نعتیہ شعری مجموعہ ہے جو دنیائے اُردو ادب میں ہمیشہ یادرکھا جائے گا اور جب بھی مرزا غالبؔ کی زمینوں میں لکھنے والوں کی فہرست مرتّب ہوگی تو اِس میں نورالحسن نورؔ کا نام بھی شامل کیا جائے گا۔ان کے بغیر نعتیہ شعرائے اُردو کی فہرست نامکمل اور ادھوری سمجھی جائے گی کیوں کہ نورؔ ایک حقیقت پسند شاعر ہیں،حمد و نعت میں وہ جو کچھ بھی لکھتے ہیں وہ قرآنِ مجید اور احادیثِ پاک کے معانی و مفاہیم کے مطابق ہوتا ہے۔اِن سے متصادم نہیں ہوتا۔اُن کا لکھا ہوا سچ ہے اور ہر لفظ سچائی کا چہرہ اور حقیقت کا پیکر سامنے لاتا ہے۔وہ اپنے شعروں میں فکر وخیال اور فن کی ایسی توانائی بھر دیتے ہیں جس سے قاری ان کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے اور ان کا کلام پڑھتے کرقاری کے دل سے برجستہ واہ اور آہ نکل جاتی ہے۔اُن کا پورا کلام سہل و آسان پیرائے میں منظوم ہوا ہے۔اِس میں دقیق لفظیات کی بھرمار نہیں ہے۔نورالحسن نورؔ نے اپنی اِس نعتیہ شاعری میں لفّاظی نہیں کی بلکہ نت نئے خیالات اور جدید افکار کو شعری پیکر عطا کیا ہے اور عہدِ حاضر میں رائج الفاظ ومحاورات اور تراکیب کا جامہ پہنایا ہے۔اُن کے اشعار کے خیالات اور پیش کردہ معانی ومفاہیم انسان کے ذہن میں تحلیل ہوجانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔وہ صاف وشفّاف،آسان وسہل اور واضح بات کرنے کے قائل ہیں،مبہم،غیر واضح اور ابہام کو اپنی شاعری میں شامل نہیں ہونے دیتے۔یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری میں ایک ایسی مقناطیسی کشش آگئی ہے جو قارئین وسامعین کی تمام تر توجہ اپنی جانب مبذول کرالیتی ہے۔اُن کے شعری خیالات دل وذہن میں منعکس ہوجاتے ہیں اور معانی ومفاہیم دل ودماغ میں اُترتے چلے جاتے ہیں۔یہ خوبیاں کسی بھی شاعری کو بڑا بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔میں نورالحسن نورؔ کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ قدرت نے اُنھیں نعت گو شاعر بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔اُن کا یہ شعری ہنر اور کمالِ فن موجودہ دور اور آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔

آمین

نور کا نورانی مجموعہ کلام

یہ ایک نا قابلِ انکار حقیقت ہے کہ اصنافِ شاعری میں نعت گوئی کا ایک منفرد اور جداگانہ مقام ہے۔نعت گوئی کو کوئی فنِ جدید یا نوزائیدہ فن کہنا حقیقت کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے۔اگر تعصب سے بالاتر ہوکر تاریخ کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات مہرِ نیم روز کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ زریں میں نعت گوئی عروج وارتقا کی منزل پر فائز تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود نعتیں سماعت فرماتے تھے اور نوازشات کی بارشیں بھی کرتے تھے۔میرے اس دعوے کی پشت پناہ" احیاء العلوم" میں مرقوم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی درج ذیل حدیث ہے۔قَالَتْ عَائِشَۃُ { كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللہِ يَتَنَاشَدُوْنَ عِنْدَہُ الْاَشْعَارَ وَ ھُوَ يَتَبَسَّمُ } یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اشعار پڑھتے تھے اور آپ مسکراتے تھے۔

صنف نعت اس لیے بھی منفرد ہے کہ یہ سرتاپا عبادت ہے،اب تو بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرف نعت گوئی کی دھوم مچی ہوئی ہے،وہ خالص ادبی رسائل وجرائد جن میں نعت کی شمولیت کو گناہ عظیم تصور کیا جاتا تھا اب بڑے چاؤ سے نہ صرف یہ کہ نعتیں شاملِ اشاعت کی۔جاتی ہیں بلکہ نعت کو فرنٹ پیج پر جگہ دینا باعث افتخار اور رسالے کا معیار سمجھا جاتا ہے۔دور حاضر میں نعتیں اس قدر کہی جاتی ہیں اور اسقدر مجموعہ ہائے کلام شائع ہو رہے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے تو قطعی غلط نہ ہوگا کہ یہ صدی نعت کی صدی ہے۔

وہ بڑے ہی خوش نصیب ہیں جنہیں نعت کہنے کی سعادت حاصل ہے اکثر و بیشتر نعت گوئی سے متعلق مختلف اقوال پیش کیے جاتے ہیں اور یہ باور کرایا جاتا ہے کہ یہ فن نازک اور سنگین ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ نعت کہنا بردم تیغ قدم رکھنا ہے،کبھی کہا جاتا ہے کہ نعت کہنا پل صراط سے گزرنا ہے وغیرہ وغیرہ لیکن بقول نجمی مارہروی سچ یہ ہے کہ نعت کہی نہیں جاتی بلکہ کہلوائی جاتی ہے۔جن کے گن گاتے ہیں وہی اسکا سلیقہ بھی عطا کرتے ہیں۔نعت آورد کا نہیں آمد کا نام ہے۔

کسی نے بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ وہ شخص شاعر ہو ہی نہیں سکتا جو عشق کی منزل سے نہ گزرا ہو، جب عام شاعری کے لیے عشق ایک ناگزیر امر ہے تو پھر نعتیہ شاعری کے لیے عشق جزء لاینفک سے کم نہیں ۔جب تک شاعر کا سینہ عشق رسول کا مدینہ نہ بنے وہ نعت نہیں کہہ سکتا، اور اگر کہہ بھی لے تو اسکے اشعار میں نہ کیف ہوگا اور نہ وجد۔بڑی خوش آئند بات ہے کہ سید نورالحسن نور صاحب کے اشعار عشق رسول کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں اور انکے اشعار میں آورد کا کم آمد کا عنصر غالب نظر آتا ہے،عزیز القدر شاعر فوات،صحافی عصر مولانا طفیل احمد مصباحی کے توسط سے حضرت نور کے تینوں مجموعہ ہائے کلام مطلعِ نور، قلزمِ نور اور ثنا کی نکہتیں نظر نواز ہوئے ، بالاستیعاب مطالعہ کا موقع فراہم ہوا، بحمدہ تعالیٰ آپ کے اشعار جہاں شرعی حدود کے پاسدار واقع ہوئے ہیں وہیں ان میں شوکتِ الفاظ، تخیل کی روانی، خوبصورت بندشیں، تشبیہات و استعارات کی چمک دمک اور پیکر تراشی کی مہک نظر آئیں، انکے جذبات کی شفافیت اور اور جذبوں کی صداقت سے چمنستان نعت مشکبار اور عنبر زار بنا ہوا ہے۔موصوف کی فکری جولانیت اور فنی رچاؤ قابل صد تحسین ہیں۔

خصوصیت کے ساتھ جب میری نظر " ثنا کی نکہتیں " پر پڑی تو مجھے قطعی حیرت نہیں ہوئی کہ نور نے اس میں ساری نعتیں غالب کی زمینوں پر کہی ہیں کیونکہ امریکہ میں مقیم میرے رفیق نعت گو شاعر امان خان دل نے برسوں پہلے غالب کی زمین پر کہی گئی نعتوں کا مجموعہ شائع کیا تھا اور وہ میرے مطالعہ سے گزرا ہی نہیں بلکہ میری لائبریری کی زینت ہے البتہ بے حد مسرت ہوئی کہ ہندوستان میں رہنے والے سید محمد نور الحسن نور نے بھی یہ قابل قدر کارنامہ سر انجام دیا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ موصوف نے حسن تخیل کے تنوع کے باوصف غالب کی زمین کی شادابی و سیرابی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔

نمونے کے طور پر " ثنا کی نکہتیں " سے چند اشعار نذر قارئین ہیں۔آفتاب آمد دلیل آفتاب کے تحت آپکو بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ نور کی فکر کس قدر نورانی ہے اور انکے اشعار میں کس قدر تابانی ہے۔

ترے قدموں کی آہٹ سن رہا ہوں
مرا دل بن گیا غارِ حرا کیا

گھر میں چراغ نعت تھا روشن تمام شب
اک سیل رنگ و نور کا پیہم ورود تھا

اختیار مصطفیٰ پر تم اٹھاتے ہو سوال
کام لے لیتے ہیں آقا شاخ سے شمشیر کا

کھل رہے ہیں نعت پاک سرور دیں کے گلاب
اب مکان دل مرا جنت نشاں ہو جائے گا

انکی گلی کو چوم رہی ہے مری نظر
تقدیر کا ستارا بڑے اوج پر ہے آج

رنگ کا، نور کا، خوشبو کا، حسیں جلوؤں کا
ایک میلہ سا لگا ہے ترے دربار کے پاس

میں کر رہا ہوں سیر فضاؤں میں نعت کی
رحمت خدا کی نور مرے ہمرکاب ہے

طبیعت تو چاہتی تھی کہ سارے اشعار نہیں تو کم از کم چند اشعار پر تفصیلی گفتگو کروں اور انکے فنی محاسن کو واشگاف کروں لیکن امریکہ کی مصروف ترین مشینی زندگی پابہ زنجیر ہونے کی بنیاد پر ایسا نہ کر سکا۔ ان شاء اللہ زندگی نے وفا کی تو پھر کبھی سہی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ جناب سید نورالحسن نور صاحب کی تمام فکری کاوشیں مقبول خاص وعام ہوں اور انکی نجات اخروی کا ذریعہ بنیں۔

اللہ کرے اور بھی ہو فکر میں تابش

فقط والسلام خیر سگال

سید اولادِ رسول قدسی مصباحی

نیویارک امریکہ

نورالحسن نورؔ کی پُرنور شاعری

شاعر علی شاعرؔ (کراچی)

کچھ عرصہ قبل محترمہ شائلہ صدفؔ کی کتاب کے ساتھ اُن کے اُستادِ محترم جناب سید نورالحسن نورؔ نوّابی عزیزی کے مندرجہ ذیل تین مجموعہ ہائے نعت:

۱۔ گلابِ اسمِ نبی کی خوشبو (مجموعۂ نعت) 2019ء

۲۔ آبشارِ نور (مجموعۂ نعت) 2018ء

۳۔ ثنا کی نکہتیں (غالب کی زمینوں میں نعتیں) 2019ء

نظرنواز ہوئے جو پاکستان سے شایع ہوئے ہیں۔ ان کا تازہ اور غیر مطبوعہ مجموعۂ نعت ''دریچۂ نور'' کا مسودہ میرے سامنے ہے جس کے مطالعے نے مجھ پر حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو روشن کیا ہے۔ دراصل نعت گو شاعر کو نعت محل کی تعمیر کرنے کے لیے سیرتِ طیبہ ہی کو بنیاد بنانا ضروری ہے۔ جو لوگ اپنے جذبات، خواہشات، ارمان، اُمید و آس اور اُمنگوں کا ذکر نعت میں کرتے ہیں وہ تو اپنے آپ کو پیش کرنا ہوا، اپنے داخلی و خارجی عوامل و عناصر اور افعال و اعمال کا پرچار ہوا، اِس میں حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدحت و نعت کہاں ہوئی۔ نعت گو کو چاہیے کہ وہ اپنی نعت گوئی میں حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کرے، آپ کے معجزات کا پرچار کرے، آپ کی عقل و خرد، فہم و فراست، شعور و آگاہی اور علم و دانش کی بات کرے۔ آپ کی بے مثال سیاسی زندگی کو اُبھارے، آپ کے حکومتِ اسلامیہ کو چلانے والے نظم و نسق کو سامنے لائے۔ غیر مسلموں سے سلوک کو پیش کرے، آپ کی مساوات، اُخوت اور بھائی چارے کے واقعات منظرِ عام پر لائے، آپ کے ایثار و قربانی، ظلم و ستم کو سہ کر دعا گو رہنے کا بیان کرے، مشرکینِ مکہ اور کفارِ قریش کی ایذا رسانیوں کے مقابلے میں آپ کے صبر و تحمل اور ضبط و برداشت کو منظوم کرے۔

میں نے نورؔ صاحب کے مطبوعہ تینوں مجموعہ ہائے نعت ومنقبت وسلام اور ’’دریچۂ نور‘‘ غیر مطبوعہ مجموعۂ نعت میں حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا بیان پایا ہے۔ اُنھوں نے اپنے نعت محل کی تعمیر کے لیے سیرت ومعجزاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بنیاد بنایا ہے۔ اس نعت محل کی تعمیر کو دیدہ زیب وخوش نما اور دل کش بنانے کے لیے آپ کے اوصافِ حمیدہ اور صفاتِ عالیہ کے رنگوں سے زینت دی ہے۔ آپ کے ذکر کے رنگ ونکہت سے اسے سجایا ہے اور درود وسلام کی ان میں روح پھونکی ہے۔ اس سبب سے نورؔ صاحب کی نعتیں متحرک محسوس ہوتی ہیں، ان میں جمود کا شائبہ نہیں ہے، ان کے نعتیہ اشعار بولتے محسوس ہوتے ہیں، ان میں لکنتِ اظہار کا جھول ہے نہ ان کے اشعار گونگے ہیں بلکہ ان میں زندگی کی بھرپور رمق تحرک پذیر ہے۔

نورؔ صاحب کا حمدیہ ونعتیہ کلام پڑھ کر ایمان تازہ ہوجاتا ہے۔ حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے والہانہ عقیدت کا جو اظہار جس شدت سے ان کے نعتیہ کلام میں محسوس ہوا، ایسا بہت کم نعت گو شعرائے اُردو کے کلام میں ملتا ہے۔ اُنھوں نے اپنی نعتیہ شاعری میں ادب واحترام کا خاص طور پر اہتمام کیا ہے۔ کیوں کہ وہ اپنی نعت گوئی کے ذریعے کسی عام شخص سے رابطے میں نہیں ہیں۔ وہ محسنِ انسانیت، محسنِ اعظم، سیدِ ابرار، احمدِ مختار، پیکرِ انوار، صاحبِ کردار، محبوبِ پروردگار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لَو لگائے ہوئے ہیں اور ان سے راز ونیاز کی گفتگو میں محو ہیں۔ کسی نعت میں وہ حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو منظوم کررہے ہیں تو کسی نعت میں ان کے معجزات رقم کررہے ہیں، کسی نعت میں ان کے اخلاق وکردار کی باتیں ہیں تو کسی نعت میں رفتار وگفتار کا ذکر ہے۔ کسی نعت میں عادات واطوار کا بیان ہے۔ ان کی نعت کے ہر شعر سے حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سرشاریاں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک والہانہ پن ہے جو اُن کی نعتوں میں موجزن ہے۔ نورؔ صاحب کے تین نعتیہ شعر ملاحظہ ہوں تاکہ ان کا نعتیہ اُسلوب ظاہر ہوسکے:

ایک دو لمحوں کا ہے یہ رنج وغم کا راستا
موڑ مڑتے ہی مدینے کی گلی آ جائے گی

مرے حضور کی رحمت ہو مہرباں مجھ پر
تو مجھ کو ساحلِ ادراک و آگہی مل جائے

نسبت ہو جس کو کوچۂ خیرالانام سے
مدفن کے واسطے وہ زمیں چاہیے مجھے

نورالحسن نورؔ کی نعتیہ شاعری بھی اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کارِادب پر پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

"مرزا غالب کی شعری زمینوں میں نعتیہ کلام لکھنے کی روایت ایک جداگانہ مقالے کی متقاضی ہے۔ مرزا کی اُردو غزلوں پر بہت سے شاعروں نے نعتیں کہیں بعض نے ان کے دیوان پر نعتیہ دیوان کہا۔ یہ ایک انداز سے مرزا غالبؔ کے مہارتِ فن کا اعتراف ہے کہ ان کے مصرعوں میں ایسے شعری امکانات موجود ہیں کہ وہ عقیدت نگاری کا ایک دل گداز بیانیہ تخلیق کر سکیں۔ غزل کی عظمت، اہمیت، نادرہ کاری، دیگر تخلیقی محرکات اور فنی محاسن کا بڑا دارومدار اس کی زمین (بحر، قافیہ اور ردیف) کے امکانات پر ہوتا ہے۔ مرزا غالبؔ اس اعتبار سے نہ صرف خوش قسمت ہیں بلکہ ایک عظیم درجۂ اعتبار و افتخار پر بھی فائز ہیں کہ اپنی وفات کے قریب ڈیرھ سو سال بعد بھی عقیدت نگار اپنے محسوسات و مشاہدات کے اظہار کے لیے ان کے کلام سے رجوع کر رہے ہیں۔

''ثنا کی نکہتیں'' نورؔ صاحب کا نعتیہ مجموعہ فیضانِ غالبؔ کا تازہ اظہار ہے۔ اُنھوں نے متعدد دوسرے شاعروں کی طرح مرزا غالبؔ کی زمینوں پر نعتیں کہی ہیں۔ یہ آسان کام نہیں تھا لیکن نورؔ نے اپنے تجربے، تخلیقی مہارت اور وفورِ جذبات و فرطِ عقیدت کے سبب اس منزل کو خوش سلیقگی اور شائستگی سے طے کیا، ان کا مجموعہ ''ثنا کی نکہتیں'' نعت بہ طرزِ غالبؔ کی روایت میں ایک خوب صورت اضافہ ہے۔ یقیناً اس کے تفصیلی مطالعات سے نہ صرف غالبؔ شناسی بلکہ نعت کے مطالعات کے نئے دَر وا ہوں گے۔ میں نورؔ صاحب کو ان کے تازہ اُردو مجموعے پر مبارک باد دیتا ہوں"۔

جناب نورالحسن نورؔ کی نعتوں میں نئی ردیفوں کا در آنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ اللہ رب العزت نے الہام و القا کے ذریعے اس کارِادب میں ان کی مدد کی ہے اور اپنے پیارے

محبوب، دانائے غیوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف کے لیے اُن کو آمد سے نئی نئی ردیفیں سُجھائی ہیں تاکہ وہ اپنی والہانہ عقیدت اور انتہائی محبت سے اپنی نعتوں میں نئے نئے خیالات سجا کر پیش کر سکیں۔ میں نے سیکڑوں نعتیہ مجموعہ ہائے کلام کا مطالعہ کیا ہے ان تمام میں چند نئی ردیفیں اور نئے قوافی نظر آتے ہیں، وگرنہ اکثر نعت گو شعراء بالکل عام سے ردیف وقوافی میں نعت لکھتے ہیں جو بالکل عام اور سرسری سی ہوتی ہے مگر جن کو خلاّقِ عالم، مالکِ ارض وسما، خالقِ کائنات اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت ونعت کے لیے بہ ذریعہ آمد والہام و اِلقا ندرت خیالی، تخیل کی بلند پروازی، سلاست و روانی اور فصاحت وبلاغت عطا کرے تو کیوں نہ پھر شاہ کار نعت تخلیق ہو۔ یہی وجہ ہے کہ عطائے ربِ عظیم، کرمِ پروردگار اور عطیۂ خداوندی سے نورؔ صاحب کی نعتیں شاہ کار نعتوں کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان نعتوں میں عطیۂ خداوندی کا وہ نمونہ ملاحظہ فرمائیں جن نعتوں کی ردیفیں نئی ہیں:

اُن کی وفا کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ملے
اُن کے غلام، اُن کے گدا سر سے پاؤں تک

نعتِ رسولِ پاک کی خوشبو نے آج پھر
چھیڑا ہے میرا سازِ رگِ جاں زہے نصیب

دیکھ کر چاند، یہ محسوس ہوا
اُن کا نقشِ کفِ پا ہے یہ بھی

عمر بھر تشنہ لبی کی نہ شکایت ہو گی
ایک قطرہ ہی جو مل جائے پیالے سے ترے

کونینِ تخیل میں جدھر دیکھیے ہر سو
آباد ہیں خوشبو کے نگر نام سے اُن کے

''سر سے پاؤں تک''، ''زہے نصیب''، ''ہے یہ بھی''، ''سے ترے''، ''نام سے اُن کے'' یہ ردیفیں نئی ہیں اور نورؔ صاحب نے ان میں عقیدت والفت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پختہ ایمانیت کا رنگ ونور بھر دیا ہے۔

نورالحسن نورؔ کے کلام پر پروفیسر بدرالدین شبنمؔ کی رائے ملاحظہ فرمائیں:

"یہ کلام جہاں ایمان کو تازہ کرتا ہے، وہاں سامعین اور قارئین پر ایک عجیب دل کش روحانی کیفیت طاری کر دیتا ہے۔ عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حلاوت، زبان و بیان کی چاشنی، طرزِ ادا کا نیا پن اور شیفتگی و ربودگی ان کے کلام کی سطر سطر سے مترشح ہوتی ہے۔ قلبی احساسات میں آپ کی والہانہ وارفتگی اور فدا کارانہ سرمستی کو دیکھ کر دنیائے اُردو ادب نے آپ کو ''اُستاذ الشعرا'' اور ''سید الشعرا'' جیسے بھاری بھرکم خطاب و القاب سے سرفراز کیا ہے"۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس قدر عمدہ اور عشق و عقیدت میں رچی بسی نعت کہنے والے نعت گو شاعر جناب نورالحسن نورؔ کا تعارف بھی پیش کر دیا جائے تاکہ ان کے فنِ نعت گوئی کے ساتھ ساتھ سوانحی حالات بھی نظر میں رہیں اور ان کی قد آور ادبی شخصیت سے ہم اچھی طرح واقف ہو سکیں:

جناب سید محمد نورالحسن نورؔ یکم رمضان بہ روز جمعرات ۱۴۰۲ھ بہ مطابق 24/جون 1982ء کو انڈیا کے معروف گاؤں قاضی پور شریف ضلع فتح پور، یوپی میں حضرت الحاج صوفی سید نواب علی شاہؒ جیسے ولیِ کامل اور مردِ حق کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا تخلص نورؔ ہے اور آپ اپنے والدِ گرامی کے اسمِ گرامی نوّاب کی نسبت سے نوّابی کہلاتے ہیں۔ آپ کے والد سے سلسلۂ عالیہ نوابیہ ابوالعلائیہ قائم ہوا، اور آج تک اپنی ضوفشانی دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلا رہا ہے۔ آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت سید برہان الدین شہید چشتی ہتھ گانویؒ تھے جو ساداتِ جعفریہ سے تھے اور سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے سگے خالہ زاد بھائی تھے۔

سید نورالحسن نورؔ صاحب نے ابتدائی دینی اور فارسی تعلیم گھر پر حاصل کی جہاں اُنھیں مقدس ماحول سے آشنائی ہوئی اور روحانیت کو جذب کرنے کا سلیقہ آیا۔ گھر میں منعقد ہونے والی محافل و مجالس سے آپ میں نعت گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ کو قاضی پور شریف سے قصبہ پریم نگر اُتر پردیش جانا پڑا۔ آپ کو نعت گوئی اور علم و حکمت کا فن وراثت میں ملا۔ آپ کی شاعری کی ابتدا 1999ء میں ہوئی۔ آپ نے غزلیہ شاعری بھی خوب کی مگر آپ کی وجہِ شہرت نعت و مناقب گوئی ٹھہری۔

آپ نے اپنے برادرِ اکبر صوفی سید محمد عزیز الحسن شاہ (صاحب سجادہ آستانۂ عالیہ نوابیہ قاضی پور شریف) سے مشاورتِ سخن کی اور اصلاحِ سخن لی جس کی وجہ سے آپ کے نام کا حصہ عزیزی بھی ٹھہرا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ریاضتِ فن اور مشقِ سخن نے اُنھیں پختہ کار اور کہنہ مشق شاعر بنا دیا ہے۔ اب وہ خود نو آموز شعرائے اُردو کو اصلاح دینے کے قابل ہو گیے ہیں، ان کے معروف شاگردوں میں سید محمد مجیب الحسن نوابی عزیزی، قاری اخلاق فتح پوری اور شمائلہ صدف عزیزی شامل ہیں۔ نور الحسن نورؔ صاحب نے روحانی و ادبی تنظیم ''دبستانِ نوابیہ عزیزیہ قاضی پور شریف'' کی بنیاد رکھی جس کے وہ بانی و صدر ہیں۔ آپ کا ذاتی کاروبار ہے جس سے آپ اپنے معاشی مسائل کا حل کرتے ہیں۔ آپ کی غزل، منقبت اور رباعی بھی قابلِ توجہ ہیں مگر ان کے وہ مجموعے تشنۂ طباعت ہیں جن کو جلد شایع ہو جانا چاہیے۔ آپ کے دیگر مجموعے جو ہندوستان سے شایع ہوئے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ وسلموا تسلیما (مجموعۂ سلام)، ۲۔ قلزمِ نور (مجموعۂ نعت ومناقب)

۳۔ مطلعِ نور (مجموعۂ نعت ومناقب)، ۴۔ جوئے ثنا (مجموعۂ نعت ومناقب)

۵۔ مرکزِ نور (مجموعۂ نعت)

آپ کے زیرِ طبع مجموعے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ایاک نعبد وایاک نستعین (مجموعۂ حمد ومناجات)، ۲۔ نعتوں کے دیے (مجموعۂ نعت)

۳۔ سبیلِ مودّت (مجموعۂ مناقب)، ۴۔ شاخِ نوا (مجموعۂ غزل)

''دریچۂ نور'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میں اس کی ایمان افروز اور عقیدت کے نور میں ڈوبی شاعری کی تخلیق پر جناب سید محمد نور الحسن نورؔ صاحب کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور خدا سے دعا گو ہوں کہ وہ ان کے علم وعمل، عقل وخرد، فہم وفراست، شعور وآگاہی، زورِ سخن اور عمر ورزق میں مزید برکت عطا فرمائے تاکہ وہ نعتیہ ادب کا وقیع سرمایہ یعنی سرمایۂ سخن اسی طرح تخلیق کرتے رہیں اور آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوتے رہیں۔ (آمین)

شاعر علی شاعرؔ (کراچی)

’’گلابِ اسمِ نبی کی خوشبو‘‘ سید محمد نور الحسن نور کا مجموعۂ نعت

ڈاکٹر احسان اللہ طاہرؔ
گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج (فار بوائز)
گوجرانوالہ

سید محمد نور الحسن نورؔ کا تعلق بھارت کے ایک سید گھرانے سے ہے۔ ان کے والد صوفی سید نواب علی شاہ، آستانہ عالیہ نوابیہ، فتح پور انڈیا کے بزرگ ہیں۔ وہ لوگ جو کسی خانقاہ سے یا آستانے سے وابستہ تھے اور پھر انہوں نے نعتِ نبی کو اپنا شعار بنایا تو ان کے ہاں ایک عجیب وارفتگی اور عشق کے اظہار کا سلسلہ دکھائی دیتا ہے۔ اس خانقاہ سے وابستہ کئی شعراء ہیں جو کہ نعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے عہدِ حاضر کو روشنی، نور اور عقیدت ومحبت سے مہکا رہے ہیں۔ سید محمد نور الحسن نورؔ نے اپنی حمد میں ہی اپنے عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار یوں کیا ہے کہ ان کی حمد اور مناجات میں بھی نعت کا رنگ جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔

مجھ کو کمی کس بات کی ہے
میرے نبی ہیں، میرا تو

(ص42)

سبھی راستے بند کر کے تو یا رب
مجھے شہرِ سرکار کی رہگذر دے

(ص43)

''گلابِ اسمِ نبی کی خوشبو'' کی نعت کا بنیادی موضوع ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس کو کبھی نورؔ نے درود کے حوالے سے تو کبھی ذکر کے طور پر کبھی یادِ رسول کے اعتبار سے تو کبھی نام نبی سن کر اور لے کر کے طور پر یاد کیا ہے۔ اگر آپ کی نعت کا صرف ایک پہلو سے ہی مطالعہ کیا جائے تو موضوعات اور خیالات کی رنگا رنگی اور تازگی کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ اہلِ درد اور اہلِ عشق، اپنے عشق کو راہبر بنا کر نئی منزلیں اور نئی راہیں تراشتے رہے ہیں اور تراشتے رہیں گے۔

سید نور الحسن نورؔ نے درود شریف کے حوالے سے جو نعتیں لکھی ہیں اور سلام کی صورت میں جو نذرانہ پیش کیا ہے اس میں بھی انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر اور آپ کے نام کو چومنے کے حوالے سے جو اپنی عقیدت اور عقیدہ پیش کیا ہے وہ بھی آپ کے سچے عشق کی مثال ہے۔ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بات کو ہمیشہ عشق کے زور پر کیا ہے مگر سید نور الحسن نورؔ نے عشق کی بات کو علم اور منطقی حوالے سے پیش کیا ہے۔ انہوں نے اشعار میں کہیں بھی مبالغے سے کام نہیں لیا۔ آپ نے اپنی نعت میں زندگی کے سارے کام اسی ایک ذکر سے کرنے اور اسی یاد کو دل میں بسا کر زیست کرنے کی جو بات کی ہے اس کے انداز سے ہی محسوس ہوتا ہے کہ شاعر نے دل و جاں میں اور سانسوں میں ذکرِ اسمِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رچا لیا ہے اور اسی کی خوشبو سے وہ نعت لکھ رہا ہے۔

راحتِ جانِ عاشقاں وردِ زبانِ عارفاں
ذکر و بیانِ مصطفیٰ صلِّ علیٰ محمدٍ

(ص46)

راہ پُر خار سہی خوف کے انبار سہی
ہم سفر ذکرِ نبی ہو تو نڈر ہو جاؤں

(ص48)

میں نے تو ان کے نام کا بوسہ لیا تھا بس
عز و شرف خود آ گئے مجھ بے نوا کے پاس

(ص59)

ہمارا کام درِ مصطفیٰ سے چلتا ہے
جسے ہو کرنی جہاں سے توقعات کرے

(ص75)

سنو سنو کہ یہ نسخہ ہے آزمایا ہوا
مٹانے والا ہے ذہنوں کا انتشار درود

(ص88)

خانقاہوں اور آستانوں سے وابستہ لوگ طریقت کے راہی، سلوک کی منزلیں طے کرنے والے لوگ نعت کو دافع ہر بلا سمجھتے ہی ہیں مگر وہ اسے زادِ روزِ جزا بھی کہتے ہیں۔ اس بحر جود و عطا سے کوئی مایوس نہیں جاتا۔ ایسے لوگ اپنی فکر کو کوثر سے غسل کرواتے ہیں۔ جب ان کے خیال میں خیالِ نعت آتا ہے، وہ جب اس فضا میں آتے ہیں تو پھر اس روح پرور فضا سے باہر نہیں جاتے بلکہ دوسروں کو بھی اسی محفل میں لاتے ہیں۔ ذکر و فکر کی ایسی محافل میں جلنے والے چراغوں سے چراغ جلتے ہیں تو روشنیِ عشق پھیلتی ہے۔ تیرگی کے سلسلے ختم ہوتے ہیں۔ نورالحسن نور نے ان سب باتوں کو اپنی نعت کا یوں حصہ بنایا ہے کہ شاعری کے روپ میں واردات قلب کے حوالے سے نعت کو ایک نیا اسلوب میسر آنے لگا ہے۔

اک چراغ لے کے آ گیا بزمِ ذکرِ مصطفیٰ سے میں
میرے گھر سے ختم آخرش تیرگی کا سلسلہ ہوا

(ص90)

نورالحسن نورؔ نے اپنی نعت میں خیال وفکر کے بڑے خوبصورت گلاب سجائے ہیں۔ ان میں تازگی بھی ہے اور نیا پن بھی۔نعت کے حوالے سے ایسے خیالات کو پڑھ کر کہا جا سکتا ہے کہ نعت کی تازگی اور مضامین کا تنوع اس کا معنوی وفکری حسن ہر دور میں بڑھتا اور پھیلتا رہے گا۔اس حوالے سے موصوف کے کچھ اشعار دیکھیں

سرکار کے نعلین نے بدلا ہے ارادہ
ورنہ ہے کسے شوق یہاں تاجوری کا

دن نامِ نبی سُن کے سفر کا کرے آغاز
شاید یہی مقصد ہے اذانِ سحری کا

(ص50)

کبھی بھی امت محبوب مٹ نہیں سکتی
وجود اس کا پیمبر کے معجزات میں ہے

(ص64)

سید محمد نورالحسن نورؔ نے اپنے نورانی الفاظ کے جو موتی اور گلاب ذکرِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے سجائے ہیں ان کی مہک اور چمک ہمیشہ بڑھتی ہی رہے گی۔اور اہل عشق اس سے اپنے دلوں کو اور ایمان کو تازگی بخشتے رہیں گے۔ارسلان احمد ارسل نے نعت مرکز انٹرنیشنل کی صورت میں جو دیا جلایا ہے اس کے زیرِ اہتمام اس کتاب کو 2019ء میں لاہور سے شائع کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر احسان اللہ طاہرؔ
گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج
(فار بوائز) گوجرانوالہ

ظلمت کدۂ ملال میں نعتوں کے دیئے

شاعری حسن تخیل اور صداقتِ اظہار کا نام ہے اگر شاعری کا محور ومرکز ایسی ذات پاک ہو جو حسن و جمال کا گنجینہ اور حق وصداقت کا آئینہ ہو، جسے اسکے اعدا بھی "الصّادق والامین" کہہ کر پکاریں اور جو مخلوق میں کائنات کی ازلی وآفاقی صداقت کے گہر تقسیم کرنے کا باعث ہو، ایسی ذات گرامی کی مدح وثنا کیونکر معراجِ ادب نہ ہو؟ یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ حسن تخیل وصداقت اظہار نعتیہ شاعری کا خاصہ ولازمہ ہیں یہی صداقتیں محبت وارادت کے خمیر میں گوندھی جائیں تو پیکرِ نعت تشکیل پاتا ہے۔

حرف حرف صداقتیں تخلیق کرنے والے شعرائے نعت کی انہیں تخلیقات کی بدولت وادیِ ادب کا گوشہ گوشہ نور ونکہت میں نہایا دکھائی دیتا ہے یہ شعرا محبت رسول کے علمبردار بھی ہیں اور دنیائے شعر وسخن کا افتخار بھی۔

سید الشعرا استاد گرامی قدر سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی (زید مجدہ) بھی عصر حاضر کے ان نمائندہ نعت کاروں میں شامل ہیں جنھوں نے اپنا ہر لمحۂ زیست نعت شہ کونین کے لیے وقف کر رکھا ہے، بچپن ہی سے نعت کے سایۂ عاطفت میں پروان چڑھنے کی وجہ سے اس صنف بافیض سے آپ کا تعلق بھی بے مثال ہے آپ شاگروں کی اس قبیل سے ہیں جو احساسات وجذبات کے ساتھ ساتھ کیف حضوری سے نعتیہ شاعری کو زینتِ فن بناتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فنی پختگی اور اثر انگیزی حضرتِ نور کے لفظ لفظ سے منعکس ہے، طویل نعتیہ ریاضت کا نور آپکی جبینِ نعت سے پھوٹتا دکھائی دیتا ہے مشق وممارست اور جذبۂ عشق رسول نے آپکے حرف حرف کو کندن بنا دیا ہے۔ آپ نے مروجہ زمینوں، بحور اور روایتی مضامین میں نعت گوئی کر کے عشق رسالت کے دعویٰ سے عہدہ برآ ہونے کی بجائے نعت کے باب میں نت نئے تجربات کیے اور کر رہے ہیں۔ آپ "وسلموا تسلیما" کے ذریعے حریمِ مدحتِ رسول میں جلوہ آرا ہوئے، درود وسلام سے ابتدا ہوئی تو باغ افکار میں حسنات وبرکات کے قافلے در قافلے

اترنے لگے، ثنا و مدحت رسول کی بادِ سبک خرام چلی اور مطلع نور، قلزمِ نور، ثنا کی نکہتیں، جوئے ثنا، آبشار نور، مرکزِ نور اور گلابِ اسمِ نبی کی خوشبو سے مشام جاں عطر بار ہونے لگے۔

بالخصوص "ثنا کی نکہتیں" میں استاد گرامی قدر نے ایک نیا اسلوب اختیار کیا یعنی غالب کی زمینِ غزل کو نعتِ رسول ﷺ کے لیے ہموار کیا، غالب کے متن، اسلوب اور شعری فضا کو بڑے فنکارانہ انداز میں ایسا نعتیہ آہنگ بخشا کہ غالب کی انفرادیت اور عصری حسیت مل کر نعتیہ اکائی کے سانچے میں ڈھل گیے اور ڈاکٹر عزیز احسن جیسا ناقدفن پکار اٹھا۔

"میں نے اکثر و بیشتر نعتیہ کلام کے وہ مجموعے دیکھے ہیں جو فیضانِ غالب کے ذیل میں مدحتی ادب کا حصہ بنے، لیکن کم مجموعوں میں غالب کے poetic diction اور تقدیسی ادب کی اسلوبی شان نظر آتی ہے۔ تاہم "ثنا کی نکہتیں" میں زبان و بیان کی صفائی اور فکری ترفع کے نقوش نمایاں ہیں".

"ثنا کی نکہتیں" فلیپ، اشاعت دوم، نعت ریسرچ سنٹر، کراچی، پاکستان)

"ثنا کی نکہتیں" نہ صرف نعتیہ اثاثے بلکہ غالبیات میں بھی قابل قدر اضافہ قرار پائی۔

اس کتاب کی مقبولیت کے بعد اظہار تشکر کے طور پہ حضرت نور نے نعتیہ ادب کو مزید ثروت مند کرنے کے لیے ایک ایسا میدان چنا جو آج تک کسی شہسوار کے انتظار میں خالی تھا اور وہ تھا شہنشاہِ اقلیمِ غزل میر تقی میر کی زمینوں میں نعتیہ مجموعہ پیش کرنا۔

میر تقی میر کہ جسکی سخن وری کا نہ صرف غالب نے اعتراف کیا بلکہ اسکی کشتِ شعرو ادب سے خوب خوشہ چینی بھی کی۔

بقول غالب:

ریختے کے تمہیں استاد نہیں ہو غالب
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

غالب کے اسلوبِ شگفتہ وتازہ سے اکتساب تو بہتوں نے کیا اسکی زمینوں پر کئی غزل کے مجموعے سامنے آئے بعد ازاں نعت نگاروں نے غالب کی زمینوں میں نعتیہ مجموعے بھی پیش کیے لیکن میر کی ردائے سخن میں نعت کے جگنو کاڑھنے جیسا کارِ مشکل آج تک کوئی نہ کرسکا۔ یہی وجہ تھی کہ بات چند چھوٹی موٹی کوششوں سے آگے نہ بڑھی اور میر کی زمینوں پر آج تک کوئی نعتیہ مجموعہ سامنے نہ آسکا، اسکی کئی ٹھوس وجوہات تھیں۔

میر کا دور اردو زبان کی نشوونما و پرداخت کا دور تھا ابھی اردو اپنے بال و پر نکال رہی تھی، اردو زبان عصر در عصر کئی مراحل طے کرتی ہوئی اپنی ارتقائی صورت کو پہنچی ہے لہٰذا میر کے دور کی زبان موجودہ زبان سے کافی مختلف ہے اسکی زبان میں ٹک، سبھو، کبھو وغیرہ جیسے بیشتر الفاظ متروک قرار دیئے جاچکے ہیں جبکہ غالب سے فکری اور جدید شاعری کا آغاز ہو چکا تھا اور میر کا دور قدیم روایتی شاعری کا دور تھا اور اس دور کی فضا اور حسیت بھی آج سے بہت مختلف تھی متذکرہ بالا وجوہات کے پیش نظر کوئی اس طرف آنے کی ہمت نہ کرسکا اور اگر کسی نے میر کی زمینوں کی آبِ نعت سے آبیاری کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے تو وہ ہیں شاعر جدت طراز استاد گرامی قدر سید محمد نورالحسن نورنوابی عزیزی کہ جنکا مجموعۂ نعت "نعتوں کے دیئے" عنقریب بام ادب پر لمعہ ریز ہونے ہی والا ہے آپ نے اس مجموعے میں میر کی زمینوں میں ایک حمد، ایک مناجات اور چالیس نعتیہ کلام پیش کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اور نہ صرف میر کی زمینوں میں نعتیہ کلام کہے ہیں بلکہ اس کے مصرعوں پہ نعتیہ مصرعے لگا کر تضمین کاری کی روایت کو جدید فکری آہنگ سے روشناس کرایا ہے۔

تضمین نگاری:

تضمین، ضَمَّنَ یُضَمِّنُ سے مصدر ہے اسکا مادہ ضمن ہے اور ضمن کا مطلب ہے کسی چیز کے بہتر ہونے کی یقین دہانی کرانا، اس کے عیوب ونقائص کا ذمہ دار ہونا، ضمانت دینا، اپنے اندر لینا، کسی چیز پر مشتمل ہونا، یہی مادہ جب باب تفعیل سے آئے تو اس کا لغوی معنیٰ ہے ضامن بنانا، برتن کے اندر کوئی چیز رکھنا، ملالینا، شامل کرنا۔ تضمین شاعری کی ایک مخصوص اصطلاح بھی ہے اس کا مطلب ہے شاعر کا کسی دوسرے شاعر کے مصرع یا شعر پر مصرع لگانا وغیرہ۔

تضمین درحقیقت ایک نازک اور لطیف فن ہے بلکہ اسے شعر گوئی سے بھی مشکل اور دقیق تر خیال کیا جاتا ہے کیونکہ تضمین نگار اپنے شخصی، فکری، لسانی اور فنی آہنگ کو شاعر کے موافق کرتا ہے۔اسی توافق (harmony) کی بدولت ایک تضمین کار شاعر کے شعر پر تصرف کر لیتا ہے اور اس شعر کے مخفی یا تشنہ پہلو کو طشت از بام کر کے شعر کے تاریک گوشوں کو اپنی مشعلِ فکر سے اجالتا ہے،نوع بہ نوع معنوی امکانات نکال کر حرف وصوت کی نئی بستیاں بساتا ہے۔

ٹی ایس ایلیٹ کا قول ہے:

"عظیم ترین شعراء کی شاعری بسا اوقات ایسی جہات رکھتی ہے جو فوراً عیاں نہیں ہوتیں بلکہ صدیوں بعد بھی وہ دوسرے شعرا کو متاثر کر کے زندہ زبان پر اثر انداز ہوتی رہتی ہیں"۔

تضمین نگار یہی تو کرتا ہے کہ کچھ نئی جہتیں، کچھ نئے امکانات سامنے لاتا ہے۔

نعتوں کے دیئے کی سب سے منفرد خصوصیت یہ ہے کہ ہر کلام میں میر کے کسی نہ کسی مصرع پر نہایت چابکدستی اور فنی مہارت سے مصرع لگا کر غزل کے شعر کو ملبوسِ مدحت اوڑھا دیا گیا ہے چند تضامین ملاحظہ ہوں۔

میر کا شعر ہے۔

کینے سے کچھ کہا ہی کیا زیرِ لب مجھے
کیا پوچھتے ہو میر مرے مہرباں کی بات

اب حضرت نور کی شاہکار تضمین ملاحظہ کیجئے اور سر دھنئے۔

وہ وہ ہیں جبرئیل بھی ہیں جن کے مدح خواں
"کیا پوچھتے ہو میر مرے مہرباں کی بات"

حضرت نور نے میر کے مصرعے پہ گرہ لگا کر مجاز میں حقیقت کا رنگ بھر دیا، ثقاہتِ متن، متانتِ اظہار، نادرہ کاری اور تضمین نگاری کے ذریعے شعرِ شاعر پہ تصرف کرنے کی ایسی اچھوتی مثالیں خال خال ہی ملیں گی۔

میر کا شعر دیکھیے۔

یہ دونوں چشمے خون سے بھر دوں تو خوب ہے
سیلاب میری آنکھوں سے کب تک رواں رہے

حضرت نور نے محولہ بالا شعر کے مصرع ثانی کو گہرے غم والم کی دبیز تہ سے نکال کر حاضری وحضوری کی آس کے جگنوؤں سے روشن ونور بار کر دیا ہے، تضمینِ نور کی فریادی لے اذن باریابی کی تڑپ کو دوآتشہ کررہی ہے۔

کوئی تو ہو سبیل کہ طیبہ ہو اور میں
"سیلاب میری آنکھوں سے کب تک رواں رہے"

میر نے کہا ہے۔

کرنے لگا پشت چشمِ نازک
سوتے سے اٹھا جو چونک کر رات

میر کے شعر مذکور پر تضمین حضرت نور کی ہنروری ملاحظہ فرمائیں۔

کانوں میں صدائے نعت گونجی
''سوتے سے اٹھا جو چونک کر رات''

ایک عاشق صادق کہ جس کا حرز جاں اور مشغلۂ حیات ہی نعت رسول کی بست و بنت ہو۔ جسکے خیالوں کے تانے بانے میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انداز تکلم، طرز تبسم، رعنائی جمال اور سراپائے کمال بسا ہوا ہو اس کا ہر لمحہ سعید اور ہر ساعت عید ہوتی ہے، اسکا لمحہ لمحہ فیضانِ نعت سے کیف آشنا ہوتا ہے، نیند میں بھی اسکے کانوں میں نعت کی آوازیں گونجتی ہیں یہی وہ وجدانی شعور ہے جس کا ذکر حضرت نور نے اپنی تضمین میں کیا۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے اس ایک شعر میں حضرت نور نے اپنی بائیوگرافی (Biography) ہمارے سامنے رکھ دی ہو۔

چند مزید تضامین دیکھئے۔

جسکی زبان تر رہے ذکرِ رسول سے
"کھنچتا ہے اسکی اور کو بے اختیار دل"

جسکو منصب حبیبِ رب کا ملا
"ہر سخن اس کا اک مقام سے ہے"

کوئے رسول پاک لگے عام سی گلی؟
"آنکھیں اگر یہی ہیں تو دریا بھی گرد ہے"

سورج بھی چاہتا ہے کہ روضے کو چوم لے
"پھرتا ہے مہ بھی اس ہی سعادت کے واسطے"

سرکار کے آنے سے ہوا کام مکمل
"آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا"

مکالمہ ومخاطبہ:

بُعدِ زمانی، لسانی تقاضوں اور حسیت سے اختلاف کے باوجود جناب میر اور حضرت نور کی شاعری میں ایک نکتہ ایسا ہے جہاں شاعری کے یہ دو بحرِ بے کنار قریب آتے اور گلے ملتے دکھائی دیتے ہیں اور وہ نکتہ ہے مکالمہ ومخاطبہ۔ میر کی شاعری میں غم کا عنصر جب کیف و سرور اور نشاط کا سامان کرتا ہے تو وہ کبھی خود سے کلام کرتے ہیں اور کبھی گل وبلبل اور شمع و پروانہ سے تخاطب اختیار کرتے ہیں جس سے شعر کی کشش، جاذبیت اور اثر انگیزی بڑھ جاتی ہے، اسی طرح حضرت نور کا جذبۂ عشق اور کارِ نعت کے لیے اختیار کردہ خلوت گزینی دورانِ شعر انہیں مختلف داخلی وخارجی عناصر سے مکالمہ ومخاطبہ پر ابھارتی ہے جسکی بدولت تنہائی میں محفل کے سماں جیسی بات پیدا ہو جاتی ہے کبھی وہ صاحبِ نعت کو مخاطب کر کے فریادی والتجائی لہجہ اختیار کرتے ہیں، کبھی ان کا تخاطب اپنی ہی حسرتوں اور آرزوؤں سے ہے جنہیں وہ باادب و باملاحظہ رہنے کی تاکید کرتے نظر آتے ہیں، کہیں یادِ حضور اور شہرِ حضور کو پکار کر اپنی امید گاہ دل میں قیام کی دعوت دیتے ہیں، کہیں ان کا تخاطب بابِ اجابت سے ہے تو کہیں گلِ مدینہ وخارِ طیبہ سے ملتمسِ التفات ہیں، کبھی خطاب زائرِ طیبہ کی خوبیِ قسمت اور خوش طالعی سے ہے۔ کبھی اپنے دلِ مضطر، نفسِ بے تاب اور خود اپنی ہی ذات کے نہاں خانوں میں چھپے ہوئے اپنے اصل سے تخاطب کرتے ہیں، یہ مخاطبے معنوی وسعتیں پیدا کرنے کے علاوہ شعر میں بے ساختگی کی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں جس سے ہر قاری وسامع اشعارِ نعت کی ان دل کشا کیفیات کو اپنی وارداتِ قلبی محسوس کرتا ہے۔

یہ مخاطبے انکی قوت متخیلہ کی کارفرمائی سے بڑھ کر اس جذب عشق ومستی کی دین ہیں جسکی بدولت عاشق صادق محبوب سے منسوب ہر چیز سے محبت کرتا ہے اور انکا قرب چاہتا ہے۔

ذیل میں مخاطبہ کی چند بہترین مثالیں پیش ہیں۔

سرور کائنات ﷺ سے خطابِ مؤدبانہ:

یا سرورِ کائنات گھر میں
تھا آپ کا ذکر معتبر رات

نقشِ قدم نہ ثبت ہوں جس پہ مرے نبی ترے
ایسی کسی بھی راہ پہ نور ترا چلا نہیں

آقا عطا ہو لطف و عنایت کا سائباں
اب قافلہ خیال کا صحرا نورد ہے

زائرِ مدینہ سے خطاب:

جنسِ دنیا کہ خاکِ پا لایا
شہرِ آقا سے بول کیا لایا

اے زائرِ مدینہ ! طبیعت بھری نہیں
کوئی نبی کے بارے میں مجھ کو بتا کچھ اور

شہر نبی اور اس کے منسوبات سے تخاطب:

کوچۂ مصطفیٰ اجازت دے
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

اے خاکِ مدینہ کی کشش کھینچ لے مجھ کو
اس در سے بہت دور ہوں مصروفِ زیاں ہوں

اے شہر رسول پاک تجھ پر
قربان جہانِ نسترن ہے

بھولے نہ تا کہ جسم مرا اس دیار کو
اے خارِ طیبہ کھینچ دے دو چار دھاریاں

اے کوچۂ رسول کی پیغامبر ہوا
دیں اضطرابِ دل کو کہاں تک دلاسے ہم

باب اجابت سے تخاطب:

گل درودوں کے دعا کے ساتھ بھیجے ہیں تجھے
اور کیا تجھ کو اب اے بابِ اجابت چاہیے

ظلمت کدۂ میر میں آمدِ نور:

میر کی شاعری بنیادی طور پر حزنیہ شاعری ہے دردمندی اور غم اسکی شاعری کی بنیادی خصوصیات ہیں یہ غم انکے نامساعد حالات اور ناموافق فضا کا تحفہ تھا لیکن انکا غم ٹھہراؤ، ضبط اور تحمل لیے ہوئے ہے، جب ہم میر کی شاعری پڑھتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم کسی کنج حزن و ملال کی یاسیت بھری فضاؤں میں موجود ہیں جہاں کے صبح و شام غم سے عبارت ہیں لیکن یہی غم سرور و نشاط کی کیفیت سے آشنا بھی کرتا ہے اور جب ہم نعتوں کے دیئے کا مطالعہ کرتے ہیں تو بلا مبالغہ یوں لگتا ہے جیسے صدیوں بعد میر کے ظلمت کدۂ ملال میں کوئی مسیحا آ گیا ہو جس نے اس کنجِ حزن کو عشق رسول کی سرشاریوں، یاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبوؤں اور تصورِ طیبہ کے گلوں سے آراستہ کر دیا ہو اور جس کی نوائے خوش آثار نے ہر بام و در پر نعتوں کے دیئے جلا کر ذرہ ذرہ نور فشاں کر دیا ہو۔

نعتوں کے دیئے جلا رہا ہوں
اے کاش کہ ہو نہ مختصر رات

خاکِ کوئے نبی بنی جو لباس
نور ہم بھی مہ منیر ہوئے

بکھریں گے ہم تو چمکیں گے مہتاب کی طرح
لپٹے ہوئے ہیں خاکِ درِ مصطفیٰ سے ہم

رستے وہ کہکشاں کی طرح جگمگا اٹھے
آقا جدھر جدھر سے ترا قافلہ گیا

تعمیر مری چاند ستاروں سے ہوئی ہے
میں راستہ سرکار کا ہوں کاہکشاں ہوں

مقصدیت:

حضرت نور کی شاعری معنویت، مقصدیت اور رجائیت کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے امید و آز کے پھولوں سے مہکتی یہ انوکھی نعتیہ شاعری قارئین وسامعین کو سرور و کیف آشنا کرتی ہے آپ نے اپنے نعتیہ کلاموں میں دیگر نعت گویان کی طرح حالات کی خرابی پر نوحہ گری کرنے کی بجائے ہماری توجہ اس نصاب کی طرف دلائی ہے جو درستیِ حالات کا ضامن ہے اس نسخۂ حیات افزا کا نام اسوۂ رسول اور سیرت رسول ہے۔

جسکو کہتے ہیں سیرت سرکار
نور ہم کو ہے وہ نصاب بہت

جسے کہتے ہیں سیرت مصطفیٰ کی
ہمارے واسطے اک آئینہ ہے

حضرت نور کی شاعری شبِ ہجر کا بیان نہیں بلکہ صبحِ امید کا ایقان ہے آپ کا قلب مضطر گوشۂ وحدت میں رہ کر تڑپنے اور پھڑ کنے کی بجائے آنکھ دریچے میں بیٹھ کر اذن حضوری کا منتظر رہتا ہے، ہجر سرکار میں بہنے والے اشک آپ کی زمین دل کو گلزار کرتے ہیں، طاق لب پہ درود وسلام کے روشن چراغ اضطراب دل کو دور کرتے ہیں، سرکار کائنات کی نگاہ تلطف پیرہن روح کی بخیہ گری کرتی ہے، تصورِ گلِ طیبہ آپ کی ہر کلفت کا علاج ہے، اگر کسی لمحے ہجر طیبہ تڑپاتا ہے تو فوراً خیال حضور اور یاد حضور کے جگنو دل مکان کو روشن کر دیتے ہیں۔ آپ شب ہجر کی ظلمت وطوالت کا شکوہ کرنے کی بجائے اسے گلہائے درود وسلام سے معطر کرتے ہیں اور پھر اسکے مختصر نہ ہونے کی دعا کرتے ہیں۔

روشن ہوئے چراغ درود و سلام کے
ہونے کو خاتمہ ہے مرے اضطراب کا

اے نور میرے آنکھ دریچے میں بیٹھ کر
کرتا ہے ان کا شام و سحر انتظار دل

سرکار تو پہلے ہی بھرے دیتے ہیں دامن
کیا مجھ کو ضروری ہے کہ مصروفِ فغاں ہوں

امیجری(Imagery)اور محاکات نگاری:

حضرت نور کی شاعری کا عمیق مطالعہ کرتے ہوئے بصیرت نواز ہونے والی بے شمار خصوصیات میں سے اہم ترین اور نمایاں ترین خوبی امیجری (Imagery) اور محاکات نگاری ہے جس سے نعتوں کے دیئے پوری آب وتاب سے روشن ہیں۔ حضرت نور مختلف الفاظ وتراکیب اور رموز وعلائم سے جب کوئی منظر تخلیق کرتے ہیں تو جذبات صادقہ کا ملاپ ان مناظر میں حقیقت کی روح پھونک کر انہیں زندۂ جاوید کردیتا ہے، لہٰذا کوئی تصویر دھندلی یا غیر واضح نہیں ہوتی بلکہ سب تصویریں واضح اور جیتی جاگتی دکھائی دیتی ہیں، حضرت نور کی شاعری میں مناظر ڈھونڈنے نہیں پڑتے بلکہ شعر پڑھتے یا سماعت کرتے ہی یہ مناظر قاری وسامع کے پردہ ذہن سے ٹکراتے ہیں اوران مناظر کی گرفت اس قدر کڑی ہوتی ہے کہ انکے حلقۂ اثر سے جلد نکلنا ممکن نہیں ہوتا۔

بطور مثال:

دھوپ کے دشت میں جو نعت پڑھوں
نور آتے ہیں خود شجر نزدیک

کاسے کو اس کے رات دن ملتی ہے نعمتِ عروج
یوں ہی یہ آسماں ترے روضے کو دیکھتا نہیں

اے نور مصطفیٰ کے دیارِ جمال میں
دیکھا ہے بھیک مانگتے حسن و شباب کو

اس طرح گنبد سرکار دوعالم دیکھوں
جیسے تصویر لگا دے کوئی دیوار کے ساتھ

دل درِ مصطفیٰ پہ حاضر تھا
تھے بہت انجم و قمر نزدیک

جدتِ موضوعات:

نعت ایک موضوعاتی صنف ہے خواہ اسکی ساخت اور ہیئت کچھ بھی ہو۔ پہلے نعت کو چند موضوعات میں مقید سمجھا جاتا تھا وقت کے ساتھ نعتیہ موضوعات میں وسعتیں آتی گئیں حتیٰ کہ ادب میں جدید رجحانات کے وارد ہونے پر جہاں پورے ادب کا دھارا بدلنا شروع ہوا وہیں صنفِ نعت بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی، نعتیہ مضامین و مفاہیم لامحدود وسعتوں کی ایک ایسی نئی دنیا میں داخل ہوئے جہاں نعت صرف جذبات واحساساتِ محبت کی ترسیل و ابلاغ کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ تمام انسانیت کے غموں اور دکھوں کا مداوا تجویز کر رہی ہے، چونکہ نعت اس ذات والا کی مدح وثنا ہے جو محسن مسلمین ہی نہیں بلکہ محسن انسانیت ہیں، جنکی سچی اطاعت و فرمانبرداری ہی غم دوراں کا علاج شافی ہے۔عصر موجود میں نعت کے مفہوم و اطلاق کے پیمانے بھی بدل گیے اور اب ہر روز ثنائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نئے ڈھنگ تلاش کیے جارہے ہیں اور اظہار وابلاغ کی نت نئی صورتیں سامنے آرہی ہیں۔نعت کے تخلیقی افق پہ جگمگاتے ہوئے یہ ستارے کتنے ہی ماہتابوں اور آفتابوں کی نوید سنا رہے ہیں۔

حضرت نور کی شاعری کو جدت موضوعات کے تناظر میں دیکھیں تو آپ کے ہاں نعت کا وسیع کینوس مختلف رنگوں کی قوس قزح بکھیر رہا ہے۔روایت اور جدت کی ہمرکابی نے آپکی شاعری کو وہ چمک اور وہ شگفتگی بخشی ہے جو ہر کسی کا حصہ نہیں۔جدت موضوعات کے ساتھ ساتھ لفظیات وتراکیب کی جدت شعر کے حسن وجمال کو بڑھاتی ہے بیشتر جدید تراکیب آپ کی اپنی ایجاد کردہ ہیں جو آپکی تخلیقی قوت اور فکری ندرت کا ثبوت ہے۔

آپکے ہاں اظہار کے سلیقے اور قرینے کی وہ بوقلمونی ہے جو روایتی مضمون کو بھی عروسِ نو کی چھب عطا کردے۔مثلاً نعت میں شہر رسول مدینہ طیبہ کا ذکر نعت کا ایک روایتی اور خاصا پرانا موضوع ہے جو عہد بہ عہد مختلف نوع سے باندھا گیا کسی نے مدینہ طیبہ کو بہاروں کا مسکن اور شفاؤں کا مخزن کہا، کسی نے اسے انگشتریِ ارض کا نگینہ کہا، بعضوں نے تو عرش و مدینہ اور جنت و مدینہ میں تقابل شروع کردیا مگر حضرت نور نے شعری وشرعی نزاکتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس روایتی مضمون کو جدت طرازی کا کیسا خوبصورت نمونہ بنادیا ملاحظہ کیجیے۔

دنیا کتابِ حمدِ خدائے کریم ہے
شہرِ شہِ امم ہے ورق انتساب کا

عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال ایمان ہے، یہی جذبہ قلب و روح کی شادابی کا باعث ہے، بارگاہ ایزدی تک رسائی اسی سے ہے، باغ سخن میں گلِ نوا اسی سے کھلتا ہے، کڑی دھوپ میں سائبان امن بھی یہی، ٹھٹھرتے رستوں پہ نشان منزل بھی یہی، یہ جذبہ بے مثال بھی ہے اور لازوال بھی کہ روز حشر اسی سے نجات کے سوتے پھوٹیں گے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدید اور انوکھے نقوش ملاحظہ کیجے۔

مثال اسکی تمہیں نور مل نہیں سکتی نبی کے عشق کی جس تاج میں سلائی ہو
عشق آقا کے باب روشن کی ہم بھی موہوم سی لکیر ہوئے

پانیوں کا ذکر:

پانی زندگی کی اساس ہے اللہ تعالیٰ نے ہر ذی روح کو پانی سے پیدا فرمایا ہے انسانی جسم کا 70 فیصد حصہ پانی پر مشتمل ہے۔ پانی عارفانہ شاعری کا پہلا استعارہ ہے شعرا انسانی شعور کو پانی کے قطرے سے اور آفاقی شعور کو سمندر سے تشبیہ دیتے ہیں اسی طرح نعتیہ شاعری میں بھی پانی اور اسکے متعلقات کے استعارے استعمال کیے جاتے ہیں لیکن حضرت نور نے جس انداز سے پانی اور اسکی متعلقہ لفظیات کو برتا ہے وہ فی زمانہ جدت طرازی کا عمدہ ترین شہکار ہے حضرت نور کی نعتیہ شاعری میں سمندر، دریا، آبشار، جھرنے، منجدھار، میزاب، ماہی، ندی، چپو جیسے استعارات وتشبیہات کا انوکھا اور برمحل استعمال جہاں معانی میں وسعتیں پیدا کرتا ہے وہیں ٹھنڈک اور سکون کا احساس دلاتا ہے، "نعتوں کے دیئے" میں کہیں رحمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دریا، سمندر اور آبشار کا استعارہ آیا ہے، کہیں آپ چپو کے ساز پر مدح کرتے دکھائی دیتے ہیں کبھی آپ کے خیال کی موجیں درِ حضور کے ساحل کو چومتی اور جھومتی نظر آتی ہیں۔ آیئے یہ روح پرور مناظر ملاحظہ کریں۔

دل کا ماہی ندّی ندّی سیر سپاٹا کرنے کو
رحمت عالم کی رحمت کو اپنا شکارا جانے ہے

کہتے ہیں جس کو گنبدِ خضرائے مصطفیٰ
اس جیسا اور ہوگا کوئی آبشار کیا

جب بارش رحمت کے پانی نے کیا مجھ کو نہال
وست دعا مجھ کو مرا لگنے لگا میزاب سا
پہلے یہ دل تھا قطرۂ بے قدر کی طرح
انکی گلی میں جا کے بنا آبشار دل

درِ آقا کو موجیں چومتی ہیں
رواں دریا خیال نور کا ہے

رکھتا ہوں جب اپنے قدم پڑھتے ہوئے نعت رسول
اے نور لگتا ہے سمندر بھی مجھے پایاب سا

مدح رسول کرتا ہوں چپو کے ساز پر
طوفان کا ہے خوف نہ سود و زیاں کی بات

موسموں کا ذکر:

حضرت نور کی شاعری میں موسموں کا ذکر بھی معانی کے کئی نئے در وا کرتا ہے آپ خزاں کو جدائی، دوری اور باطل کے استعارے کے طور پہ لائے ہیں اور بہار تو آپ کے ہاں

صرف بہارِ طیبہ ہے جو دل کی خزاں رت کو ختم کرنے کا واحد ذریعہ ہے، یاد مصطفیٰ نہ ہو تو خوشبوؤں بھرے گلستان و چمن زار بھی ویران لگتے ہیں گویا یاد نبی کی بہار ہر منظر میں رنگ بھرنے کو کافی ہے۔

شہر شہ امم کی ہوا نے عطا کیا
برگ خزاں رسیدہ کو عالم شباب کا

مدینہ سے وارفتگی کا عالم یہ ہے کہ ابر بہار کی آرزو تو ہے مگر ایسا ابر جو مدینہ سے ہو کر نہ آئے وہ بیکار ہے۔

میرے چمن کو ابر بہاراں تو چاہیے
طیبہ جو دیکھ آئے ہوں بس وہ سحاب دے

بوسہ لینے لگے آ آ کے بہاروں کے پرے
نقشۂ گنبد خضریٰ جو بنایا ہم نے

رکھتا ہوں دل میں حسن شہ مرسلاں کو میں
خاطر میں کیسے لاؤں بہارِ جناں کو میں

غالب ہوئیں خزائیں تو سرکار کے حضور
آئی بہار دست حمایت کے واسطے

اے نور مجھ سے صرف مدینے کی بات کر
گل کیسے؟ باغ کہتے ہیں کس کو؟ بہار کیا؟

متفرق جدید اشعار:

کر رہا ہوں اس لیے تیار نعتوں کی ردا
دھوپ کے صحرا میں رہنے کے لیے چھت چاہیے

ہاتھ میں دے کے ہاتھ دل مجھ کو
جانبِ وادیِ حرا لایا

دشت کی جلتی دوپہری کو نذر مزاج شام کیا
یاد نبی کے پیڑ کے نیچے جی بھر کر آرام کیا

جس وقت سے گھر آیا ہے طیبہ کا مسافر
ہر گام پہ احساسِ غریب الوطنی ہے

نور ہاتھوں میں لیے شہر نبی کی مٹی
کھیلتا رہتا ہوں میں ثابت و سیار کے ساتھ

اللہ رب العٰلمین سے دعا ہے کہ وہ استاد گرامی قدر کے شعر شعر کو قبولیت سے نوازے اور نعتوں کے یہ دیئے ہر قلبِ تیرہ کو روشن و تابناک کریں۔
آمین ثم آمین

کنیز بارگاہِ نوابی
شمائلہ صدف عزیزی
فیصل آباد (پاکستان)

مرتبہ ایک نظر میں

نام	شمائلہ فاطمہ
تخلص	صدف عزیزی
مقام پیدائش	گوجرانوالہ
تاریخ پیدائش	4 جون 1983
تعلیم	ایم فل عربی، الشہادۃ العالمیہ
نسبتِ روحانی	حضرت قبلہ صوفی سید محمد عزیز الحسن شاہ نوابی، لیاقتی، ابوالعلائی سجادہ نشیں آستانۂ عالیہ نوّابیہ قاضی پور شریف فتح پور ہسوہ اتر پردیش انڈیا
استاذ	سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی
پیشہ	تدریس۔ (لیکچرر گورنمنٹ کالج برائے خواتین ایوب ریسرچ فیصل آباد)
مشاغل	نعت و مناقب گوئی، تنقیدی و تحقیقی مضامین نگاری، مطالعہ کتب وغیرہم
تصنیف و تالیف	موج کرم (مجموعۂ نعت و مناقب) مناقب الاخیار فی خصائص اہل بیت الاطہار حضرتِ نور کی نعت گوئی اہلِ علم وادب کی نظر میں
زیر طبع کتب	آبجوئے کرم (مجموعۂ نعت و مناقب)

مکمل پتہ

مکان نمبر 119، گلی نمبر 2 دستگیر کالونی نزد مسجد مقدس منصور آباد فیصل آباد

رابطہ: 03336655948